امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۷؍ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۶؍جون ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 24

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ جذبہ خلیل اور صبر جمیل ملت کا اثاثہ
■ عیدالاضحیٰ کا پیغام
■ توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ
■ لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ کے مسئلہ........
■ امریکہ میں اسرائیل کے خلاف نفرت
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مسلم پرسنل لا پر اعتراضات کی حقیقت

مسلم اسکالروں اور علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان اعتراضات کی حقیقت کو سامنے لائیں اور بتائیں کہ عورت کے مسئلے اور ان سے متعلقہ احکامات میں صحیح اور درست وہی ہے جو اسلام نے کہا ہے، دقت یہ ہے کہ قرآن واحادیث سے حوالہ دے کر انہیں سمجھائیے تو اسے قدیم کہہ کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی بحث کا سارا رخ منطقی ہوتا ہے، اور قرآن واحادیث کو بالائے طاق رکھ کر ہوتا ہے، حالانکہ مسلمانوں کے لیے یہ بات کافی ہے کہ بات سمجھ میں آئے یا نہیں، اللہ رسول کے حکم کے آگے سر جھکا دیا جائے، کیونکہ ہماری سمجھ کمزور ہو سکتی ہے، لیکن قرآن واحادیث کی تعلیم کی معقولیت میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔

مثال کے طور پر لڑکے لڑکیوں کی نابالغی میں شادی کا مسئلہ ہے، نابالغی کی شادی حکومت کی نظر میں قانونا جرم ہے، گو اس کا اطلاق ابھی تک مسلم پرسنل لا پر نہیں ہوتا، لیکن یہی قانون داں حضرات اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ اگر نابالغ لڑکے اور لڑکی نے آپسی رضامندی سے جنسی تعلق قائم کر لیا تو اس میں دار وگیر کی گنجائش نہیں ہے، البتہ چونکہ یہ تعلق رضامندی سے ہوا ہے، اس لیے اسے ریپ (Rape) زنا بالجبر قرار نہیں دیا جا سکتا، جائز طریقے سے نابالغی میں کی جانے والی شادی ہندوستانی قانون میں درست نہیں، البتہ ناجائز طریقے سے نابالغی کی عمر میں رضامندی سے زنا کرنا ان کے نزدیک جائز ہے، شریعت کہتی ہے کہ جائز طریقہ سے نکاح نابالغی میں بھی جائز ہے، کیونکہ نابالغ کا نکاح بھی رضامندی سے ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں دونوں کے ولی کی رضامندی معتبر ہے، کبھی مصلحتیں ایسی ہوتی ہیں کہ کم عمری میں شادی کرنی ہوتی ہے، اس لیے کسی بھی طرح اس عمل کو غیر منطقی اور غیر عقلی نہیں کہا جا سکتا۔

اسی طرح چار شادیوں کا مسئلہ ہے، یہاں یہ بات رکھنے کی ہے کہ شریعت نے چار شادی کرنے کا نہ تو حکم دیا ہے اور نہ ہی اسے لازم قرار دیا ہے، یہ تو صرف ایک اجازت ہے جو عدل جیسی سخت شرط کے ساتھ دی گئی ہے، اسی لیے چار شادیوں کا رواج کم ہے، اور اس اجازت سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اقل قلیل ہے، ہر آدمی اپنے گاؤں اور محلوں میں ایک سے زائد شادی کرنے والوں کا سروے کر کے اس حقیقت کی تصدیق کر سکتا ہے، لیکن میڈیا نے اس کا پروپیگنڈہ اس طرح کر رکھا ہے گویا سارے مسلمان چار شادیاں کرتے ہیں، دوسری طرف ہندوستانی قانون میں (لیو ان ریلیشن شپ) کو درست سمجھا جاتا ہے، بیوی نہیں ہے، لیکن بیوی کی طرح ہی مرد کے ساتھ لڑکیاں اور عورتیں رہ رہی ہیں، قانون نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے، بلکہ وہ جائیداد جو مرد نے ذاتی جد وجہد سے حاصل کیا ہے وہ اس کے ترکہ میں حصہ پانے کی بھی حقدار ہے، ناجائز تعلق زندگی بھر رکھا، وہ اس کی کمائی میں حصہ پا رہی ہے، پھر ان کی تعداد بھی مقرر نہیں، جتنی کو زندگی کا پارٹنر بنالو، اسلام جائز طریقے سے چار کی اجازت دیتا ہے تو اس پر سوالات کھڑے کیے جاتے ہیں، اور دانشور طبقہ ناک بھوں چڑھانے لگتا ہے، دونوں کی صورت حال پر غور کر کے فیصلہ خود ہی کر سکتے ہیں کہ نکاح والی عزت کی زندگی بہتر ہے یا بے نکاحی ذلت کی زندگی، لاتعداد عورتوں سے تعلق کے مقابلے چار نکاحی عورت میں ہی آپ کو عزت نظر آئے گی۔

ایک سوال طلاق کے حوالہ سے اٹھایا جاتا ہے، یہ چاہتے ہیں کہ طلاق کا حق عورتوں کو بھی دے دیا جائے، جس طرح نکاح اس کی مرضی سے ہوتا ہے طلاق میں بھی اس کی مرضی شامل رہے، مردوں کو طلاق کا حق دینے میں خود عورتوں کا تحفظ ہے، خاندان کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے شریعت نے یہ حق مردوں کو دیا ہے، اگر یہ حق عورتوں کو مل جائے تو جذباتیت کی وجہ سے خاندان زیادہ ٹوٹیں گے، پھر ایسا بھی نہیں ہے کہ اسے بالکلیہ اس حق سے محروم کر دیا گیا ہے، اسے اس کا پابند کیا گیا کہ اگر وہ رشتے کو پسند نہیں کرتی تو اس کے وجوہات بتا کر بعض حالتوں میں قاضی سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے اور بعض حالتوں میں خلع لے کر جان خلاصی کروا سکتی ہے، اس طرح رشتے ٹوٹیں گے بھی تو ان کی وجوہات معقول ہوں گی، اور بہت ناگزیر حالت میں ہی ایسا ہوا کرے گا۔

ایک سوال تین طلاق کے نفاذ پر بھی اٹھایا جاتا ہے، کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینا شریعت کے مقرر کردہ طریقے کے خلاف ہے، اس لیے اس کو نافذ نہیں ہونا چاہیے، یہاں اعتراض کرنے والے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ایک ہے کسی چیز کا غلط استعمال اور ایک ہے غلط استعمال کے نتائج واثرات، دونوں الگ الگ چیز ہے کسی کو گولی مارنا غلط ہے، بندوق کا استعمال غلط کیا گیا، کسی کو چاقو ماردی گئی، چاقو کا غلط استعمال ہوا، لیکن کون عقلمند یہ کہے گا کہ بندوق اور چاقو کے غلط استعمال کی وجہ سے آدمی بھی محفوظ رہ جائے گا، اس کی جان نہیں جائے گی، کیونکہ آلہ کا غلط استعمال ہوا ہے، جس طرح گولی اور چاقو لگنے کے بعد آدمی کی جان جا سکتی ہے آدمی زخمی ہو جاتا ہے، اسی طرح تین طلاق کا یک بارگی استعمال واقعۃً غلط ہے، لیکن استعمال کے غلط ہونے کے باوجود اثرات کے طور پر نکاح ٹوٹ جائے گا اور عدد کے اعتبار سے حکم لگایا جائیگا۔ طلاق کا نفقۂ عدت شوہر کے ذمہ ہے، اسے اچھے طریقہ پر اپنے گھر سے الوداع کہنا بھی اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے، لیکن جب تک وہ دوسری شادی نہ کر لے یا تاحیات، سابق شوہر سے کھانا خرچہ دلانا کون سی عقلمندی ہے، جب شوہر نے عورت کو چھوڑ دیا، اور اسے اپنی زندگی سے نکال پھینکا تو اب وہ دوسری عورتوں کی طرح غیر ہے، سابق شوہر سے اس کا کوئی رشتہ کسی درجہ میں باقی نہیں ہے، اس لیے عدت گذرنے کے بعد وہ اپنے نفس کی مجاز ہے، کسی بھی مؤمن مرد سے رشتہ کر سکتی ہے، پھر بھلا مرد کیوں اس نفقہ کا ذمہ دار ہوگا، اور کیوں اسے Maintenance دلایا جائے گا، یہ عورت کی غیرت کے بھی خلاف ہے کہ جس نے اسے اپنے نکاح میں باقی نہیں رکھا اس کے کھانا خرچہ پر وہ زندگی گذارے، کھانا خرچہ لازم کرنے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا بھی خطرہ ہے، طلاق کے بعد کھانے خرچہ کا تعلق اسے کبھی بھی معصیت میں مبتلا کر سکتا ہے۔

ایک سوال یہ بھی کھڑا کیا جاتا ہے کہ عورت بوڑھی ہو گئی اور اس کے شوہر نے طلاق دیدی، عمر کی اس منزل میں اس کی شادی بھی نہیں ہو سکتی پھر وہ کہاں رہے گی، کس طرح زندگی بسر کرے گی، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت نے کسی کو لاوارث نہیں چھوڑا ہے، اس حالت میں اس کا کھانا خرچہ ان لوگوں پر لازم ہے جو عورت کے پاس مال ہونے کی صورت میں اس کے وارث ہوتے، وہ والد بھی ہو سکتے ہیں اور بھائی وغیرہ بھی، میکے میں بھی کوئی نہیں ہو تو حکومت اور امارت شرعیہ کے امیر اس کے ولی ہوں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انا ولی من لا ولی له.** جس کا کوئی ولی نہیں، میں اس کا ولی ہوں، یعنی حکومت اور امیر اس کی کفالت کے لیے فکرمند ہوں گے، اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی لاوارث نہیں ہے، جس کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری کسی پر نہ ہو۔

طلاق کے حوالہ سے یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ غصہ اور نشہ کی طلاق کو نافذ نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ ان دونوں حالت میں آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا، یہ اعتراض بھی لایعنی اور فضول ہے، کبھی آپ نے سنا کہ کسی نے اپنی بیگم کو محبت میں طلاق دیا ہو، طلاق تو غصہ ہی میں دی جاتی ہے، غصہ کی طلاق کو نافذ نہ ماننے کا مطلب ہوگا کہ طلاق تماشہ بن کر رہ جائے اور اس کے اثرات واقع نہ ہوں، اسی طرح نشہ کی طلاق کا معاملہ ہے، نشہ میں جو شخص طلاق دے رہا ہے، وہ اس قدر ہوش وحواس میں ضرور ہے کہ وہ جانتا ہے طلاق بیوی کو دیجاتی ہے، ماں بہن کو نہیں، اگر نشہ میں اس کی عقل نے جواب دے دیا تو اس نے ماں بہن کے لیے طلاق کے الفاظ کیوں نہیں استعمال کئے، بیوی کو طلاق دینے کا سیدھا اور صاف مطلب ہے کہ نشہ کے باوجود اس کے اندر تمیز کی صلاحیت ہے اور تمیز کی صلاحیت کی وجہ سے ہی نشہ کے حالت کی طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔

طلاق کبھی جبر واکراہ کے ساتھ بھی دی جاتی ہے، اگر جبر واکراہ میں تحریر کے ساتھ زبان کا استعمال بھی کر لیا تو طلاق نافذ ہو جائے گی۔ حالانکہ جبر واکراہ کی صورت میں کلمۂ کفر قابل اعتبار نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کا محل قلب ہے اور طلاق کا محل زبان، جب چیز اپنے محل سے نکل جائے گی تو اس کا اثر پڑے گا، جبر واکراہ اگر کلمہ کفر کے کہنے پر ہوا اور قلب مطمئن ہو تو صرف کلمۂ کفر کے کہنے سے ایمان نہیں جائے گا، اس کے برعکس طلاق کا محل زبان ہے اور جبر واکراہ میں طلاق اس نے زبان سے کہہ دیا تو اب یہ طلاق محل سے ادا ہو جانے کی وجہ سے نافذ ہوگی۔

اس کا ایک دوسری طرح جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ حالت جبر طلاق میں ہے ہی نہیں اس لیے کہ اگر کسی نے گردن پر بندوق رکھ کر طلاق دینے کو کہا تو اس نے اسے اختیار دیا کہ تم اپنی جان دے دو یا بیوی سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس نے اس اختیار سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچالی اور بیوی کو چھوڑ دیا یہ دو چیزوں کے درمیان اختیار اور پسند کا معاملہ ہے وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ جان دیدے اور بیوی کو باقی رکھے، تا کہ اس کے ترکہ سے اس کو قاعدے سے حصہ مل جائے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

سوالات عورت کی آزادی اور مساوات کے حوالہ سے بھی اٹھائے جاتے ہیں، عورتوں کو آزادی دے کر مغرب نے اس سے لطف اندوزی کا سامان کر لیا، اسے قحبہ خانوں اور کوٹھوں کی زینت بنا دیا، (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

اچھی باتیں

’’شعور اور شور میں فرق صرف ایک ’’عین‘‘ کا ہے اور وہ ’’عین‘‘ علم کا ہے، اسی لیے شور کرنے والے علم اور شعور سے خالی ہوتے ہیں ☆ جھگڑوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ دونوں فریق لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاتے ہیں ☆ ہر حال میں مسکراتے رہیے تا کہ دنیا تمہاری پریشانیوں کا مذاق نہ اڑائے ☆ کم ظرف ہی ٹانگیں کھینچتے ہیں، اعلیٰ ظرف تو ہمیشہ ہاتھ پکڑتے ہیں، سہارا دیتے ہیں، ساتھ نبھاتے ہیں ☆ انسان کا اخلاق، زبان، سوچ اور ظرف بتا دیتا ہے کہ وہ ان پڑھ ہے یا پڑھا لکھا جاہل ہے۔‘‘ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

’’بی جے پی اور اس کی حکومت نے گذشتہ نو سالوں کے دور میں مذہب کے سیاسی منصوبے اور سیاست کے مذہبی منصوبوں کو ملانے کا کام کیا ہے، اس کی وجہ سے جمہوریت کو لے کر طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہوئے، اب ’’سنگول‘‘ نصب کر کے اس نے صاف کر دیا ہے کہ 2024 کا انتخاب وہ کس بنیاد پر لڑنے جا رہی ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ دھرم تنتر کا دوسرا نام ہندو راشٹر ہے، جمہوریت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس میں مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے، حکومت کا نہیں، اس لیے وزیر اعظم کو سرکاری تقریبات میں مذہب کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔‘‘ (ہمارا سماج ۸؍جون ۲۰۲۳ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

قربانی-صبر وایثار کا امتحان

’’جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس کے رب نے چند باتوں میں امتحان لیا تو وہ اسے بجالائے، اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میری اولاد میں سے بھی، ارشاد ہوا میرا وعدہ نافرمانوں سے متعلق نہیں ہے‘‘(سورہ بقرہ:۱۲۴)

مطلب: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ کے ایک بڑے حلیم اور برگزیدہ پیغمبر تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائشوں کے مختلف مرحلوں سے گذارا پھر جب وہ صبر ورضا کے ساتھ تمام آزمائشوں میں کامیاب ہوئے تو وہ نبیوں اور رسولوں کے مورث قرار پائے، حضرت اسماعیل واسحاق کے خاندانوں کی برکتیں انہیں کے ذریعہ اتریں اور آدم کے سارے گھرانوں کو ان کے ذریعہ ہدایت کی روشنی ملی، خاتم النبیینؐ کے ظہور کی دعا انہوں نے کی، قرآن مجید میں اس کا تذکرہ آیا ’’ربنا وابعث فیھم رسولا‘‘ کہ اے ہمارے پروردگار! ان میں سے ہی ایک پیغمبر بھیج دیجئے، اس سے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان ویقین کی آزمائش اس وقت سے شروع ہوئی، جب انہوں نے اپنے معاشرہ اور سماج کو وحدانیت کا پیغام سنایا، حکومت وقت نے ظالمانہ طریقے سے آپ کی آواز کو دبانا چاہا، لیکن آپ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور آپ برابر اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کرنے کا اعلان کرتے رہے، وطن سے ہجرت کی اور ملک شام پہونچے اور پھر وہاں سے عرب کے صحرا میں فروکش ہوئے، جہاں دور دور تک آبادی کا کوئی نام ونشان نہیں، یہاں حضرت ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو چھوڑنے کا حکم ہوا، شیر خوار اسماعیل پیاس سے بیتاب ہوئے اور ایڑیاں رگڑنے لگے، وہیں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا، جس کو آب زمزم کہتے ہیں، اب اللہ کی رحمتیں اور برکتیں اس سرزمین پر نازل ہوئیں اور یہ جگہ بارونق ہونے لگی، حضرت ابراہیمؑ نے اس رونق اور آبادی کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا، اب حضرت اسماعیلؑ کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے متواتر تین دنوں تک خواب دیکھا کہ وہ اپنے لاڈلے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں، وہ بیٹا جس کی قربانی مطلوب تھی، اللہ کے خلیل کا بیٹا تھا، وہ فوراً آمادہ ہوگیا اور جواب میں کہا اباجان جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گذریئے، بیٹے کو پیشانی کے بل گرا کر گردن پر چھری رکھ دی اور چلانے لگے، لیکن اللہ کو نہ اسماعیل کی قربانی مطلوب تھی اور نہ ہی ان کی جان لینا مطمح نظر تھا، بلکہ ابراہیم کا دل دیکھنا یا کہئے کہ محبت کا آخری مرحلہ طے کرانا مقصود تھا، تاکہ حضرت ابراہیم کے جذبۂ عبودیت وفدائیت کا امتحان ہوجائے، صدا آئی ’’یاابراھیم قد صدقت الرویا‘‘ اے ابراہیم تونے خواب سچ کر دکھایا، تیرا بیٹا تجھے ہی مبارک ہو، ہم صادقین ومحسنین کو اسی طرح آزماتے ہیں، ہماری قربانی دراصل اسی سنت ابراہیمی کی تجدید واحیا ہے، حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدائے تعالیٰ کے حضور پیش کرتا، مگر خدا کی رحمت دیکھئے کہ یہ گوارا نہ ہوا، اس لئے یہ حکم دیا کہ تم جانوروں کو ذبح کرو، ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے اپنے آپ کو قربان کردیا، قربانی دراصل حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت خداوندی کا سبق ملتا ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں اور اپنی جان، مال حتی کہ زندگی کے قیمتی اثاثہ کو بھی قربانی کے لئے حاضر کردیں گے، اس واقعہ سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ انسانوں کو اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردینا چاہئے، یہی انسانیت کی تکمیل ہے، غرضیکہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ عمل قربانی امت کے لئے ایک نمونہ ہے، نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کی طرح والدین کی اطاعت کا شیوہ اختیار کریں اور اللہ کی مرضی کے سامنے سرتسلیم خم رہیں، آیئے ہم اس جذبہ ابراہیمی کو دل میں تازہ کریں اور پھر اس کی برکتوں کے انوار ہم بھی دیکھیں گے اور ہماری آنے والی نسلیں بھی۔

محبوب عمل

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے تمام اعضاء پر ہر دن ایک صدقہ ہے اور دو آدمیوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرادینا بھی صدقہ ہے اور تو کسی آدمی کی مدد کرے کہ تو اس کو اپنے چوپائے پر بٹھالے یا اس کے سامان کو اس پر لادلے، یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے اور نماز کے لئے مسجد جانے کے لئے جو قدم تو اٹھاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور راستہ سے اذیت دینے والی چیز کا دور کرنا صدقہ ہے‘‘(مسلم شریف)

وضاحت: کار خیر چھوٹا ہو یا بڑا، اگر وہ اخلاص نیت اور رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے تو وہ باوزن ہوتا ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے، حدیث میں ہے کہ دن ورات کے کچھ اعمال ایسے ہیں، جنہیں انجام دینے سے صدقہ کرنے کے برابر اجر وثواب ملتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے تمام اعضاء پر ہر دن ایک صدقہ ہے، غور کیجئے انسان کے جسم کے اندر ۳۶۰؍جوڑیں ہیں اور اللہ نے ان جوڑوں کو صحیح وسالم رکھا ہے جس سے انسانی جسم کا حسن نمایاں ہوتا ہے، اس لئے بندہ پر لازم ہے کہ وہ اس نعمت پر شکر ادا کرے اور راہ خدا میں کچھ صدقہ وخیرات کرتا رہے، اگر دو آدمیوں کے درمیان کسی بات پر تنازع کھڑا ہوجائے تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ ان دونوں کے جھگڑوں کو ختم کرائے اور آپس میں میل ملاپ کرائے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دے اور جس کا جو واجبی حق ہے وہ حق دلوادے، جو شخص ایسا کرے گا اس کا یہ عمل صدقہ کرنے کے برابر ہوگا، مومن کو لوگوں سے اچھی طرح ملنا، اچھی بات کرنا اور بری ولغو باتوں سے پرہیز کرنا ایمان کی علامت ہے، کیوں کہ خندہ روئی وخوش کلامی آپس میں میل وملاپ پیدا کردیتی ہے اور بدگوئی وبدکلامی پھوٹ پیدا کردیتی ہے، اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ مہر ومحبت سے بات کریں، مومن کی قرآن مجید میں ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے ’’وقولوا للناس حسنا‘‘ لوگوں سے اچھی بات کرتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ نماز کے لئے مسجد جانے والے نمازی کے ہر قدم پر اللہ نیکی لکھتے ہیں، اس لئے نماز باجماعت کی پابندی کا اہتمام کیجئے اور اگر پیدل چلنے کی قوت واستطاعت ہو تو پیدل مسجد جایئے، اس سے ثواب میں اضافہ ہوگا اور آخری بات یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور ایک حدیث میں اس کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، راستہ چلتے ہوئے کانٹا، پتھر یا کوئی گندی چیز پڑی ہوئی ہے، آپ نے اس کو راستہ سے دور کردیا تو یہ عمل باعث اجر وثواب ہے، دیکھنے میں گرچہ یہ معمولی چیزیں ہیں، لیکن اللہ کے یہاں بڑے اجر وثواب کا عمل ہے اور جو لوگ ان صفات سے متصف ہوں گے، وہ خدا کے یہاں محبوب بندوں میں شمار ہوں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

میت کی طرف سے قربانی

س: میں ہر سال اپنے مرحومین کی جانب سے قربانی کیا کرتا ہوں، شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں اور مرحومین کو اس کا ثواب پہونچے گا یا نہیں، گوشت کا کیا حکم ہے؟

ج: مسلم شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا اپنی طرف سے، اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کی:’’اخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحه ثم قال: بسم الله اللّٰهم تقبل من محمّد وال محمّد ومن امة محمّد ثم ضحّی‘‘ (صحیح مسلم: ۲/ ۱۵۶)

اور امت میں بہت سارے لوگ انتقال بھی کرچکے تھے، معلوم ہوا کہ مرحومین کی طرف سے قربانی درست ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے:

’’عن حنش قال رأیت علیا رضی الله عنه یضحی بکبشین فقلت له ماهذا فقال إنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم أوصانی أن أضحی عنه فأنا أضحی عنه‘‘ (سنن ابی داؤد، ص:۳۸۵، کتاب الضحایا)

اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مالی عبادت میت کی طرف سے انجام دے کر اس کا ثواب میت کو پہونچایا جاسکتا ہے اور قربانی بھی ایک مالی عبادت ہے جس پر بہت ثواب ہے، لہٰذا میت کی جانب سے قربانی کرنا شرعاً جائز ہے، اس کا ثواب ان شاء اللہ میت کو پہونچے گا۔

پس صورت مسئولہ میں اگر آپ مالک نصاب ہیں اور اپنی طرف سے قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مرحومین کی طرف سے بھی ایک دو حصہ قربانی کرتے ہیں تو شرعاً جائز ہے، ثواب میت کو ملے گا اور گوشت کے مالک آپ ہوں گے، آپ خود بھی کھاسکتے ہیں اور دوست واحباب کو بھی کھلاسکتے ہیں:’’من ضحی عن المیت ...... والاجر للمیت والملک للذابح‘‘ (رد المحتار: ۹/ ۴۷۲)

لیکن اگر آپ مالک نصاب ہونے کے باوجود ہر سال دوسروں کی جانب سے قربانی کرتے ہیں، اپنی طرف سے نہیں کرتے تو ایسی صورت میں وجوب آپ کے ذمہ باقی رہنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔

قربانی کے بدلہ قیمت صدقہ کرنا

س: کیا قربانی کے دنوں میں قربانی ہی کرنا ضروری ہے، اگر اس کے بدلہ جانور کی قیمت صدقہ کردی جائے تو کیا یہ کافی نہیں ہوگا، جبکہ بے روزگاری کی وجہ سے لوگوں کو روپے کی شدید ضرورت ہے؟

ج: غریبوں اور حاجتمندوں کا خیال رکھنا، ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا یقیناً انسانیت کی عظیم خدمت اور بہت بڑا کار ثواب ہے، جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ وصدقات کا مستقل باب رکھا ہے اور ایسے لوگوں کی فراخ دلی کے ساتھ تعاون کی تلقین کی ہے، لیکن قربانی جہاں ایک اہم مالی عبادت ہے وہیں شعائر اسلام اور اللہ تعالیٰ کے دو اولو العزم پیغمبر سیدنا حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی عظیم یادگار بھی ہے جس کو ختم نہیں کیا سکتا، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی زندگی میں ہر سال قربانی کی:’’أقام رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة عشر سنین یضحی‘‘ (سنن الترمذی: ۱/ ۲۷۷) اور حضرات صحابہ کرام سے فرمایا: یہ تمہارا باپ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت (ویادگار) ہے:’’سنة أبیکم ابراھیم (علیه الصلوٰة والسلام)(ابن ماجه، ص: ۲۳۳)

اور فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں بندہ مومن کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وپسندیدہ عمل قربانی ہی ہے:’’ما عمل ادمی من عمل یوم النحر أحب الیٰ الله من إھراق الدم‘‘ (سنن الترمذی: ۱/ ۲۷۵)

اس کے برخلاف جو شخص وسعت وصلاحیت کے باوجود قربانی نہ کرے اس کے متعلق اپنی خفگی وناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے:’’من کان له سعة ولم یضح فلایقربن مصلانا‘‘ (ابن ماجه: ۲۳۲) ورجاله ثقات (فتح الباری: ۱۰/ ۴) اسی وجہ سے حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ ایام قربانی میں صاحب نصاب پر قربانی کرنا ہی ضروری ہے، جانوروں کی قیمت کا صدقہ کرنا، قربانی کا بدل نہیں ہوسکتا، اگر کسی نے وقت رہتے قیمت صدقہ کردیا، تو یہ کافی نہیں ہوگا اور قربانی کا وجوب اس کے ذمہ باقی رہے گا:’’ومنھا أن لایقوم غیرھا مقامھا حتی لو تصدق بعین الشاة أو قیمتھا فی الوقت لایجزیه عن الأضحیة، لأن الوجوب تعلق بالإراقة والأصل ان الوجوب اذا تعلق بفعل معین انه لایقوم غیره مقامه کما فی الصلوٰة والصوم وغیرھا‘‘ (بدائع الصنائع: ۴/ ۲۰۰)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جس کے ذمہ قربانی واجب ہے، وہ قربانی ہی کرے اور غریبوں اور حاجتمندوں کی ضرورت کی تکمیل زکوۃ، صدقات وعطیات اور نفل قربانی جو کیا کرتا تھا وہ نہ کرکے اس کی رقم وغیرہ کے ذریعہ کرے۔

اگر کسی وجہ سے قربانی نہ کرسکے

س: اگر کسی وجہ سے قربانی کا جانور نہ مل سکے تو کیا بڑے جانور میں ایک حصہ کے بقدر رقم صدقہ کردینے سے ذمہ سے سبکدوش ہوجائے گا یا خصی کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔

ج: صورت مسئولہ میں بہت کوشش کے باوجود بھی جانور نہ مل سکے یہاں تک کہ قربانی کے ایام گذر جائیں تو ایسی صورت میں قربانی کے قابل ایک متوسط بکرے کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی، بڑے جانور کے ایک حصہ کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں ہوگا:’’قوله (تصدق بقیمتھا)... فبین ان المراد اذا لم یشترھا قیمة شاة یجزی فی الاضحیة کما فی الخلاصة وغیرھا قال القھستانی أو قیمة شاة وسط کما فی الزاھدی‘‘ (رد المحتار: ۹/ ۴۶۵) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 24 مورخہ ۷/ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۶/جون ۲۰۲۳ء روز سوموار

ناقابل تبدیلی الٰہی قانون

اللہ رب العزت نے اس کائنات کو پیدا کیا، انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اسے عزت وتکریم کا شرف بخشا، ساری دنیا کو اس کے لیے مسخر کیا، چاند، تارے، سورج، دریا، درخت، پہاڑ، نباتات وجمادات سبھی کچھ انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیا، اوران بے شمار نعمتوں کو استعمال کر کے، کھا پی کر جو جسم پروان چڑھا اور دل میں ایمان کی جو حرارت پیدا ہوئی، اسے جنت کے بدلے میں خرید لیا، ایسا خریدار کوئی دوسرا اس کائنات میں موجود نہیں ہے۔

ایمان کی جو دولت ہمیں ملی اور جس کی وجہ سے ہم مؤمن کہلائے وہ بھی اسی خدا کے فضل سے ملی، اس نے ہمیں مؤمن گھرانے میں پیدا کر دیا اگر کسی دوسرے مذہب والے کے یہاں پیدا کیا ہوتا تو اللہ جانے ہمارا کیا حشر ہوتا، کیونکہ ہم میں سے بیش تر کا ایمان نسلی ہی ہے، ہم نے اس کے حصول کیلئے محنت نہیں کی اور اس کے بقا کی لئے بھی محنت ہماری نہ کے برابر ہے۔

لیکن اللہ بڑا کریم ہے، اس نے انسانوں کو جب دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ کیا تو روئے زمین کے پہلے انسان کو نبی بنایا؛ تاکہ پہلے دن سے اس روئے زمین پر اللہ کے علاوہ کسی کی پوجا نہ ہو، یہ سر جسے اللہ نے جسم کے سب سے اوپری حصے میں رکھا ہے، یہ پوری مخلوق کے سامنے بلند رہے، جھکے تو صرف اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے، مانگے تو اسی سے مانگے، ہاتھ پھیلائے تو اسی کے سامنے پھیلائے، اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنے کو ذلیل ورسوا نہ کرے؛ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کے کھلے ہوئے دشمن شیطان کو بھی بہکانے بھٹکانے اور راہ راست سے دور کرنے کی کھلی چھوٹ دیدی گئی، چنانچہ شیطان انسانی افکار وخیالات، اعمال وکردار پر حاوی ہوتا رہا، اور اپنی ساری طاقت وتوانائی اس نے انسانوں کو جہنم کی طرف لے جانے کے لئے لگا دیا، اللہ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے اور شیطان جہنم کی طرف لے کر بھاگنا چاہتا ہے جب جب انسانوں پر شیطانیت کا غلبہ ہوا اور بڑی آبادی نے اپنا رخ کفر وعناد کی طرف کر لیا تو اللہ نے انبیاء ورسل کو بھیجا، احکام وہدایت پر مبنی کتابیں اور صحیفے دیے، یہ انبیاء ورسل انسانوں میں سے ہی بھیجے گیے؛ تاکہ اس کی اتباع اور پیروی آسان ہو، اگر جناتوں اور فرشتوں میں سے انبیاء ورسل ہوتے تو انسان یہ کہہ سکتا تھا کہ جو نبی ہم میں سے نہیں ہے اور جس کے اندر شر کی صلاحیت نہیں ہے، جو اللہ کی نافرمانی کی قوت ہی نہیں رکھتا، اس کی اتباع انسانوں سے کیوں کر ممکن ہے، جس کے اندر خیر وشر دونوں کی صلاحیت رکھی گئی ہے؛ چنانچہ انبیاء ورسل آتے رہے، ایک محدود زمانے کے لیے، متعینہ علاقوں کے لئے، زمانہ ختم ہوا تو دوسرے نبی آگیے، دوسرے علاقہ میں دوسرے نبی مقرر کیے گیے، اور یہ سلسلہ دراز ہوتے ہوتے ہمارے آقا ومولیٰ فخر موجودات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا، اللہ رب العزت نے آپ کی ذات پر اس سلسلے کو بند کر دیا، اب کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا، اور نہ دوسری کوئی کتاب آئے گی، آپ اللہ کے آخری رسول اور قرآن کریم اللہ کی جانب سے بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے۔

اسی خاتمیت کی وجہ سے ضروری ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا رسول بنایا جائے چنانچہ زبان مبارک سے اعلان کرنے کی ہدایت کی گئی کہ آپ کہہ دیجئے میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں، پھر قرآن کریم آخری کتاب ہے، اس لیے اس کی حفاظت کا ہر سطح پر انتظام کیا گیا کہ حتی لکھنے کے انداز کو بھی محفوظ کر دیا گیا، اس میں جو احکام دیے گیے اس کے بارے میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ اللہ کے احکام میں تبدیلی نہیں ہوتی، اللہ کے طریقے بدلا نہیں کرتے اور ان میں الٹ پھیر نہیں ہوا کرتا۔

قرآن کریم اور احادیث رسول میں جو احکام دیے گئے ہیں وہ اٹل ہیں، تبدیلی کی گنجائش اس میں نہیں ہے، یہ عقل کے بھی مطابق ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا بنایا ہوا قانون ایک ایسی ذات پاک کا بنایا ہوا قانون ہے جو اپنی مخلوق کی تمام ضرورتوں اور اس کے فطری اوصاف وکمالات سے پورے طور پر واقف ہے، وہ ایک ہے، اس کا کوئی خاندان نہیں ہے، کوئی علاقہ نہیں ہے، کوئی زبان نہیں، اس کی اپنی کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ نہ کھاتا، نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے وہ بے نیاز ہے، اس کا اپنا کوئی مفاد نہیں ہے، وہ اپنی مخلوق کی ضرورتوں سے واقف ہے، پھر اس کا علم پوری کائنات کو محیط ہے، اس کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل کی کوئی تفریق نہیں ہے، اس کے لئے تینوں زمانے یکساں ہیں، وہ جس طرح ماضی اور حال کو جانتا ہے ویسے ہی وہ مستقبل کے تمام پیش آنے والے واقعات وحوادثات، تغیر وتبدل اور بدلتی قدروں سے واقف ہے، اس لیے اس نے جو قانون بنایا وہ اس کے لامحدود علمی سمندر کا مظہر اتم ہے جس کے مقابلے میں انسان کا علم چڑیا کی چونچ میں اٹھے ہوئے پانی کے قطروں سے زیادہ نہیں ہے۔

انسان کا علم انتہائی محدود، اور اس کی ضرورتیں لامحدود ہیں، اس کے مفادات نیز قبائلی نسلی اور لسانی تعصب کی وجہ سے ہر دور میں اسے قانون بنانے پر آمادہ کرتا رہا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اس کی ذات برادری اور اس کے علاقے وغیرہ کو پہونچے، یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کا قانون الگ ہوتا ہے، بلکہ ایک ملک کی بعض ریاستوں میں ریاستی قانون بھی الگ ہو جاتے ہیں، کیوں کہ سب کا اپنا اپنا مفاد ہوتا ہے۔

محدود علم اور مستقبل میں ہونے والی تبدیلیوں سے ناواقف اور مفاد کے تحفظ کی نیت کی وجہ سے انسانوں کے ذریعہ بنائے ہوئے قانون میں تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے اور Amendmenet ہوتے رہتے ہیں، خود ہمارے ہندوستانی قانون کی کتنی دفعات چھیاسٹھ سالوں میں بدل چکی ہیں اور کتنے دفعات کا اضافہ کیا جا چکا ہے۔

اس کے برعکس اللہ کے بنائے ہوئے قانون میں تبدیلی کی ضرورت کسی مرحلے میں پیش نہیں آتی اور وہ ہر دور کی ضرورتوں کی تکمیل کی صلاحیت رکھتا ہے، جن ممالک میں الٰہی قانون پر پورے طور پر نہیں، تھوڑا بہت بھی عمل ہے تو وہ بڑی حد تک مطمئن ہیں اور مال ودولت کی فراوانی اللہ نے ان کو دے رکھی ہے۔

یہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ مسلمان اللہ کے قانون کا پابند ہے، اور اس کی بقا کے لیے اسے جد وجہد کرنی چاہیے، اس معاملہ میں اگر کسی مسلم ملک نے اللہ کے قانون کا پاس ولحاظ نہیں رکھا اور اس نے اپنے طور پر کچھ تبدیلیاں کر ڈالیں تو اس نے بہت غلط کیا، اس کو دلیل اور ثبوت بنا کر کسی بھی مسلمان کو اس کی تقلید کرنے یا کسی ملک کو اس جیسی تبدیلی کرنے پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کسی مسلمان یا کسی مسلم ملک کا اللہ کے قانون کے خلاف کرنا دوسرے مسلمان کے لیے نہ حجت ہے نہ دلیل، مؤمن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند۔

ہندوستان میں مغلیہ دور حکومت میں اللہ کے قانون کا احترام ملحوظ تھا، پورے طور پر تو نہیں، لیکن بڑی حد تک اسلامی قانون کا پاس ولحاظ رکھنے کی روایت قائم تھی، اور کم از کم الحاد وکفر کی دعوت دینے کی ہمت کسی میں نہیں تھی، لیکن مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد انگریزوں کے دور حکومت میں اسلامی قانون کی پامالی کے واقعات کثرت سے ہوئے اور اس کو ختم کرنے کے منصوبے نہ صرف بنائے گیے، بلکہ پورے ہندوستان میں کوشش کی گئی کہ مسلمان اپنے دین ومذہب پر قائم نہ رہیں، اور ان میں ایک ایسی نسل پروان چڑھائی جائے جو جسمانی طور پر ہندوستانی اور دل ودماغ کے اعتبار سے انگریزی تہذیب وثقافت کا نمونہ ہوں، یہی وہ دور ہے جس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم قائم کر کے اس سیلاب بلاخیز کو روکنے کی عملی جد وجہد کا آغاز کیا، اور جب پورے قانون الٰہی پر عمل درآمد کی شکل باقی نہیں رہی، تو ایسے قوانین جن کا تعلق مسلمانوں کے آپسی معاملات سے تھا، مثلاً نکاح، طلاق، خلع، وراثت، ہبہ، پرورش، وصیت وغیرہ جس میں ہمیں کسی دوسرے مذہب کے ماننے والے سے سابقہ نہیں پڑتا اور جس میں دونوں فریق مسلمان ہوتے ہیں، ان پر عمل کرنے کی اجازت باقی رہی، اسے باقی رکھنے کیلئے علماء نے جو قربانیاں دی ہیں، اسکی داستان بڑی طویل ہے، ان قربانیوں کے نتیجے میں مسلم پرسنل لا یعنی شریعت اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء پر آزادی سے پہلے بھی عمل ہوتا رہا اور آزادی کے بعد بھی دفعہ ۲۵ کے تحت اس آزادی کو باقی رکھا گیا اور واضح کیا گیا کہ ہر مذہب کے ماننے والے کو اپنے معتقدات اور رسم ورواج کے مطابق زندگی گذارنے کی مکمل آزادی ہوگی اور ان کے پرسنل لا سے چھیڑ چھاڑ نہیں کیا جائے گا۔

ہم ہندوستانی مسلمان اسلامی افکار وعقائد اور احکام وہدایات کے پابند ہونے کے ساتھ ہندوستانی آئین کی بھی وفاداری کا دم بھرتے ہیں، اسی لیے جب جب دفعہ ۲۵ کے بنیادی حق پر حکومت حملہ کرتی ہے تو ہم دستور کے تحفظ کے لئے میدان میں کود پڑتے ہیں اور حکومت کو بتاتے ہیں کہ کسی بھی مذہب کے پرسنل لا کو ختم کرنے کی کوشش در اصل دستور ہند کی خلاف ورزی ہے، اور ہم جیتے جی ایسا نہیں ہونے دیں گے، اس کے لیے ہی لے پالک بل کی ہم نے مخالفت کی، نفقہ مطلقہ کے مسئلے پر شاہ بانو کیس میں ہم سڑکوں پر آئے اور دستور ہند کی بنیادی حقوق کی دفعات کو بچانے کا کام کیا، جس کے نتیجے میں متبنیٰ بل اور طلاق کے بعد مِٹّی نَس کے قانون سے مسلمانوں کو الگ رکھا گیا۔

حکومت خواہ کانگریس کی ہو یا بی جے پی کی، ہر دور میں مسلم پرسنل لا پر شب خوں مار کر یکساں سول کوڈ لانے کی بات کی جاتی رہی اور اس کے لیے دستور کے رہنما اصول میں سے دفعہ 44 کا سہارا لیا جاتا رہا ہے، جس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ حکومت تمام شہریوں کے لیے یکساں قانون بنانے کی کوشش کرے گی، اس دفعہ کا سہارا لے کر مختلف موقعوں پر عدالت نے بھی حکومت کو ایسا قانون بنانے کی تجویز رکھی، حالاں کہ جب دستور ساز کمیٹی میں اس دفعہ پر بحث ہوئی تو ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے یہ کہا تھا کہ کوئی پاگل اور نادان حکومت ہی مختلف مذاہب، قبائل اور نسلوں کے امتیازات کو نظر انداز کر کے اس قسم کا فیصلہ لے گی۔

ہندوستان کے لا کمیشن نے مختلف موقعوں پر یکساں شہری قانون کے حوالہ سے عوام کی رائے مانگی تھی اور ہر بار مختلف مذاہب قبائل اور طبقات نے اس کی مخالفت کی اور لا کمیشن نے حکومت کو باور کرا دیا کہ یہ ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ 2024 کا الیکشن آنے والا ہے، بھاجپا حکومت کے پاس انتخاب کے لیے کوئی "مدّا" نہیں ہے، چنانچہ اس نے ہندو ووٹ کو متحد کرنے کی غرض سے پھر سے لا کمیشن کو عوامی رائے عامہ طلب کرنے کو کہا ہے، لا کمیشن نے صرف ایک ماہ ۱۴/جون سے ۱۴/جولائی تک کا وقت دیا ہے، اسی درمیان عوام اور مذہبی تنظیموں کو اپنی رائے کمیشن کو دینی ہے، حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی ہدایت پر بڑے پیانے پر رائے عامہ یکساں شہری قانون کے خلاف تیار کرنے کی مہم چل رہی ہے، سماج کے ہر طبقہ کو اس کام کے لیے جوڑا جا رہا ہے، ضلع وار دوروں کی ترتیب بن گئی ہے، ادھر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی لیگل کمیٹی اور اس کے ذمہ داران بھی اس کام میں لگ گیے ہیں، نتیجہ چاہے جو ہو، ہم اپنی حد تک کوشش کے پابند ہیں، اس سے ہمیں بھرپور جد وجہد کرنی چاہیے، زیادہ سے زیادہ میل لا کمیشن کو اس کی مخالفت میں جانے چاہیے، جس کا ایک نمونہ لوگوں تک پہونچانے کا کام کیا جا رہا ہے، آپ بھی ساتھ آیئے، اپنے احباب ورفقاء کو اس پر آمادہ کیجئے، یہ اس وقت کا بڑا کام ہے، قائدین کے اگلے قدم کا انتظار کیجئے، مگر ابھی میل بھیجنے سے زیادہ کچھ اور نہ کیجئے۔

مسائل آتے ہیں اور آتے رہیں گے، ہمارے قائدین کی مومنانہ فراست اور حکمت وبصیرت کے ساتھ مخالفت کی وجہ سے ہمیں کامیابی ملتی رہی ہے، اب پھر وقت آگیا ہے، کیونکہ حکومت یونی فارم سول کوڈ کی راہ پر چل پڑی ہے، اس نے عدالت اور لا کمیشن دونوں کو اس کام پر لگا رکھا ہے کہ مسلم پرسنل لا پر سوالات کھڑے کیے جائیں ان سوالات واعتراضات کا سہارا لے کر مسلم پرسنل لا کو دفن کر دیا جائے، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلم پرسنل لا ہمارے دین وایمان کا لازمی حصہ ہے اور ہم اس سے کسی بھی قیمت پر دست بردار نہیں ہو سکتے، اس معاملے میں سارے مسلک اور مکتب فکر کی ایک رائے ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت بھی انتہائی مضبوط اور عزم محکم کی پیکر ہے، ہمیں امید ہے کہ لے پالک بل اور نفقہ مطلقہ کی طرح اس معاملہ میں بھی فتح، حق کی ہوگی جو ہمارے ساتھ ہے

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد اسلام قاسمی رح

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ وارباب حل وعقد کے رکن، دار العلوم وقف دیوبند کے نامور استاذ، بلکہ استاذ الاساتذہ، عربی زبان وادب کے ماہر اور رمز شناس، الثقافۃ اور سجاد لائبریری کے ترجمان البیان نیز ماہنامہ طیب دیوبند کے سابق مدیر محترم، استاذ حدیث، سادگی کے پیکر، گفتگو سے مجلس کو قہقہہ زار بنانے والی عظیم شخصیت حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی نے ۱۶؍جون ۲۰۲۳ء مطابق ۲۶؍ذیقعدہ بروز جمعہ بوقت ساڑھے آٹھ بجے صبح دیوبند واقع اپنے مکان میں اس دنیا کو الوداع کہہ دیا، وہ عرصہ سے صاحب فراش تھے، چار پانچ بار فالج کا حملہ ہو چکا تھا۔ اپنی قوت ارادی سے وہ ان حملوں کا مقابلہ کرتے رہے، لیکن وقت موعود آچکا تھا اور اس کے سامنے آدمی مجبور وبے بس ہوتا ہے، چنانچہ مولانا بھی چل بسے، جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز عشاء رات کے کوئی دس بجے احاطہ مولسری میں مولانا فرید الدین قاسمی استاذ حدیث دار العلوم وقف نے پڑھائی، مزار قاسمی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں دو لڑکے، دو لڑکی اور اہلیہ کو چھوڑا، تمام لڑکے لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے، اور سب صاحب اولاد ہیں، مولانا کے بڑے لڑکا قمر الاسلام انجینئر ہیں اور بنگلور میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں، دوسرے صاحب زادہ مولانا بدر الاسلام قاسمی جامعہ محمد انور شاہ میں استاذ حدیث ہیں، سبھی بچے، بچیاں پابند شرع ہیں، جو مولانا کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، ان کے علاوہ ملک وبیرون ملک میں پھیلے ان کے شاگردوں کی بڑی تعداد درس وتدریس دعوت دین کے کام میں مصروف ہیں، وہ سب بھی مولانا کے نامہ اعمال میں ثواب جاریہ کا سبب بنیں گے۔

مولانا محمد اسلام قاسمی بن محمد صدیق کا آبائی وطن قدیم ضلع دمکا کا ایک گاؤں راجہ بھیلا ہے، جھارکھنڈ بننے کے بعد اب یہ گاؤں جامتاڑا میں ہے، 16؍فروری 1954ء کو مولانا نے اسی گاؤں میں آنکھیں کھولیں، یہیں سے قریب رام پور کے مکتب میں مولوی حواجی لقمان مرحوم سے ابتدائی تعلیم پائی، ناظرہ قرآن کے ساتھ اردو کی پہلی دوسری اور دینی تعلیم کے رسالے کے کئی حصے اسی مکتب میں پڑھ ڈالے، مولانا کی نانی ہال موضع بھیڑ ہ موجودہ ضلع جامتاڑہ تھی، عربی کے ابتدائی درجات کی تعلیم جامعہ حسینیہ گریڈیہہ جھارکھنڈ سے حاصل کی، اشرف المدارس کلٹی بردوان میں بھی تعلیم وتربیت کے لیے کچھ دن گذارا 1967ء میں، شرح جامی کی جماعت میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور امام النحو علامہ صدیق احمد کشمیریؒ سے شرح جامی اور مفتی عبد القیوم مظاہریؒ سے کنز الدقائق سبقاً سبقاً پڑھنے کی سعادت پائی، 1968ء میں دار العلوم دیوبند کا رخ کیا، 1971ء میں تکمیل ادب عربی، 74-1973 میں اردو عربی خطاطی کی تکمیل، 1975 میں دار الافتاء میں داخلہ لے کر تمرین افتا سے فراغت، 1976ء میں علی گڈھ سے ادیب کامل اور آگرہ یونیورسیٹی سے 90-1989ء میں ایم اے اردو کیا اس طرح مولانا علوم شرقیہ کے نامور عالم اور علوم عصریہ سے بھی یک گونہ مناسبت رکھتے تھے۔ دوران تعلیم ہی آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے اور موضع پکھل جھریا ضلع گریڈیہہ کے محمد خلیل انصاری کی دختر نیک اختر آپ کے نکاح میں آئیں۔

1976 میں ان کا تقرر الداعی کے معاون کے طور پر ہوا، اس موقع سے ان کی عربی خطاطی کام آئی اور وہ الداعی کی کتابت میں اپنے فن کا بھر پور استعمال کرتے رہے، اس دوران انہون نے عربی میں مضامین ومقالات لکھے، اردو نثر کا بھی صاف ستھرا ذوق تھا، چنانچہ ان کے مضامین الجمعیۃ، ہفت روزہ نجوم، پندرہ روزہ اشاعت حق، ماہنامہ دار العلوم دیوبند میں کثرت سے شائع ہوتے رہے، وہ دار العلوم وقف کے ترجمان پندرہ روزہ ندائے دار العلوم کے شریک ادارت رہے، صد سالہ اجلاس کے انقلاب کے بعد انہوں نے اپنا ایک ذاتی رسالہ 1983ء میں الثقافۃ کے نام سے نکالا، دار العلوم وقف دیوبند میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور اپنی تدریسی صلاحیتوں کی وجہ سے ان کا شمار دار العلوم دیوبند وقف کے نامور اساتذہ میں ہونے لگا، طلبہ ان کے اخلاق اور محبت کے اسیر رہے، انہوں نے خورد نوازی کی جو مثال قائم کی وہ خود اپنے میں ایک نظیر ہے، سادگی اور شاگردوں سے گھل مل جانا ان کا طرۂ امتیاز تھا، وہ مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے شاگرد تھے، اس لیے ان کے یہاں شاگردوں کو اہمیت دی جاتی تھی، ہٹاؤ، بچاؤ کا مزاج بھی نہیں تھا، جس سے ملتے، کھل کر ملتے اور لوگ ان سے متاثر ہو کر واپس ہوا کرتے تھے۔

امارت شرعیہ اور اکابر امارت شرعیہ سے انہیں بے پناہ محبت تھی، بیماری کی حالت میں امارت شرعیہ کا آخری سفر انہوں نے انتخاب امیر کے موقع سے کیا تھا۔

مولانا تقریر بھی اچھی کرتے تھے، میں کئی مدرسوں کے پروگرام میں ان کے ساتھ رہا، نثر بھی بڑی پیاری لکھتے تھے اور تحقیق کا مزاج بھی پایا تھا، ان کی اٹھارہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں، ان میں ترجمہ مفید الطالبین، دار العلوم کی ایک صدی کا علمی سفرنامہ، مقالات حکیم الاسلام، ضمیمہ منجد عربی اردو، ترجمہ القراۃ الرشیدہ (تین حصے) ازمۃ الخلیج (عربی) خلیجی بحران اور صدام حسین جدید عربی میں خط لکھے (عربی اردو) جمع الفضائل شرح اردو شمائل ترمذی، منہاج الابرار شرح اردو مشکوۃ الآثار، دار العلوم دیوبند اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب، میرے اساتذہ، میری درسگاہیں، درخشاں ستارے، رمضان المبارک فضائل ومسائل، زکوۃ وصدقات اہمیت وفوائد، دار العلوم دیوبند اور خانوادہ قاسمی، متعلقات قرآن اور تفسیر مقبول ومشہور ہیں، ان کے علاوہ تین کتابیں اور زیر تالیف تھیں جو یا تو مکمل نہیں ہو پائیں یا طبع نہیں ہو سکیں، ان میں موجز تاریخ الادب العربی، علم حدیث اور علماء ہند اور چند مشاہیر عظام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا سے میرے تعلقات امارت شرعیہ آنے سے قبل سے تھے۔ دار العلوم دیوبند میں ابتلاء وآزمائش کا دور ہم دونوں نے ساتھ ساتھ دیکھا تھا، فرق یہ تھا کہ وہ ان دنوں الداعی کے معاون ایڈیٹر تھے اور یہ بندہ طالب علم، بعد کے دنوں میں کئی جلسوں میں ہمارا ساتھ رہا، دار العلوم وقف میں جب بھی حاضری ہوتی وہ ساتھ ساتھ گھوماتے، علماء، اساتذہ اور ذمہ داروں سے ملاتے، بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے، معقول ضیافت فرماتے، پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ اتنے بڑے عالم ہیں، اور ان کے ساتھ گھومنے والا ان کے وقت میں طالب علم تھا۔

مولانا سے میری آخری ملاقات ۲۵؍دسمبر ۲۰۲۲ء کو ان کے مکان پر دیوبند میں ہوئی تھی، میں دہلی ایک سمینار میں شرکت کرکے اپنے دوست مولانا مصطفیٰ قاسمی کی لڑکی کی شادی میں دیوبند گیا تھا، مولانا کو فون کیا تو عصر بعد کا وقت دیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد فون آیا کہ اگر ابھی خالی ہوں تو آجایئے، صبح کے دس بج رہے تھے، میں پہونچ گیا کوئی ایک گھنٹہ لیٹے لیٹے گفتگو کرتے رہے، امارت شرعیہ، دار العلوم، دیوبند کے احوال، بہار کا سیاسی اتھل پتھل سارے موضوعات زیر بحث آئے، طبیعت بحال تھی اور بائیں طرف فالج کے اثر کے علاوہ کوئی تکلیف نہیں تھی، فرمایا کہ دیوار پکڑ کر اب قضائے حاجت کے لیے چلا جاتا ہوں، پہلے سے طبیعت اچھی ہے، میں مطمئن ہو کر واپس ہوا، معلوم ہوا کہ میرے وہاں سے اٹھتے ہی ان پر فالج کا پھر حملہ ہو گیا، اور وہ آئی سی او میں ڈال دیے گیے، ان کے صاحب زادہ مولانا بدر الاسلام قاسمی سے خیریت دریافت کیا اور واپس چلا آیا، زبان پر اللہ سے دعاء صحت کی درخواست تھی، اللہ نے افاقہ فرمایا اور پھر وہ کم وبیش چھ ماہ حیات سے رہے، پھر ملک الموت ان کی روح کو قفس عنصری سے لے کر چلتا بنا۔ اللھم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

کتابوں کی دنیا ✍: مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تذکرہ فصیح احمد بہاری رح

حضرت مولانا قاری سید شاہ فصیح احمد بہاریؒ (1969-1904) استھانواں (بہار شریف) کے ایک عالم باعمل بزرگ اور صاحب نسبت شیخ طریقت تھے، ان کی پوری زندگی اصلاح امت اور احیاء دین میں گذری ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ان کی ہمہ جہت وہمہ گیر شخصیت پر ان کی وفات کے بعد متعدد اصحاب فکر ونظر علماء ومشائخ نے قیمتی مضامین لکھے جو رسالہ بزم فصیح، آل انڈیا ریڈیو پٹنہ اور ہفتہ وار نقیب پٹنہ کے خاص نمبروں میں شائع ہوئے، لیکن مولانا کے اصلاحی وتبلیغی مساعی کا دائرہ اس درجہ وسیع اور متنوع ہے کہ ہر مضمون کے بعد کسی نئے گوشے اور نئے پہلو کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ زیر نظر کتاب بھی اسی ضمن میں ہے کہ حضرت مولانا کے صاحبزادے محترم ارشد استھانوی نے ملک کے مشاہیر اہل قلم کے قدیم وجدید مضامین کو شوق ومحنت سے ترتیب دیا، ڈیڑھ سو صفحات تک مسودہ پہونچا، مگر خارجی مشغولیات کے باعث یہ مسودہ طاق نسیاں بن گیا، ہمارے کرم فرما برادر محترم جناب شکیل استھانوی محترم ارشد صاحب کو برابر توجہ دلاتے رہے چوکہ انہیں سیرت وسوانح سے خاص دلچسپی ہے، اس لئے کہ اس موضوع پر ماضی میں متعدد کتابیں لکھیں جو شائع ہو کر مقبول عام ہوئیں، بالآخر انہیں کتاب کا مسودہ دستیاب ہوا، انہوں نے مولانا کے عقیدت مندوں سے ان کی زندگی کے تشنہ طلب روشن پہلوؤں پر مزید معیاری مضامین لکھوائے، اس ہیچ منداں سے بھی گذارش کی کہ حضرت کے تعلق سے اپنے قلبی تاثرات سپرد قلم کریں، چنانچہ میں نے نے اپنے لئے سعادت سمجھا اور مولانا قاری سید فصیح احمد - سیرت وکردار کی چند جھلکیاں کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو کہ کتاب میں شامل ہے، ہمیں خوشی ہے کہ شکیل بھائی نے بڑی محنت وجستجو اور دیدہ ریزی کے بعد کتاب کو وثیقہ اور دستاویز کی حیثیت دیدی، قدرت نے انہیں سیرت نگاری کا خاص ملکہ عطا کیا ہے، اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ فکر کے مقابلہ میں تجربہ اور مطالعہ کے مقابلہ میں مشاہدہ کی اہمیت بہر حال ہے۔

یہ کتاب ۷؍ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں حضرتؒ پر لکھے گئے قدیم وجدید ۲۰؍مضامین کو شامل کیا گیا ہے، جس میں مولانا معظم حسین قاسمی، مولانا محمود الحسن قاسمی، مولانا ابو الکلام شمسی قاسمی، محمد اسلم جمالی، مولانا محمد متین ندوی اور خود مرتب کتاب جناب محمد شکیل استھانوی کے مضامین ہیں۔ دوسرے باب میں حضرت مولاناؒ کا رسالہ اسلام کے دو معنی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں تاریخ وفات پر منظوم تاثرات ہیں۔ چوتھے باب میں تعزیتی پیغامات ہیں، پانچویں باب میں اولاد واخلاف کا تذکرہ بطور ضمیمہ پیش کیا گیا ہے، چھٹے باب میں شجرہ طریقت ہے اور ساتواں باب مزارات مکان اور مدرسہ کی تصاویر پر مشتمل ہے۔

اس طرح یہ کتاب ۵۰۲؍صفحات پر محیط ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت اور ترتیب ہے، آغاز میں اکابر ملت حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی، حضرت مولانا سید نظام الدین، حضرت مولانا محمد ولی رحمانی، حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری اور جناب ڈاکٹر کلیم احمد عاجز کے دعائیہ کلمات وتاثرات ہیں، جناب بھائی شکیل استھانوی کا فاضلانہ مقدمہ کتاب کا خلاصہ ہے، جس میں انہوں نے اصحاب قلم کا مختصر تذکرہ کرکے کتاب کے وقار اور قدر ومنزلت میں مزید اضافہ کر دیا ہے، کتاب کی ظاہری نظافت وستھرائی بھی نہایت دیدہ زیب اور کاغذ، کمپوزنگ وطباعت بہت دلکش ہے، ایسی خوبصورت کتاب ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ہی سے شائع ہوتی ہے۔ غرضیکہ کتاب ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ ہے، اس لئے میں اس کتاب کی اشاعت پر شکیل بھائی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے سیرت وسوانح کے ایک ماہر فن اور بالغ نظر مصنف کی حیثیت سے اپنی فنکارانہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا، اور سیرت وسوانح سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک مفید اور کارآمد تحفہ مہیا کر دیا، اللہ لائق مرتب کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے، امید ہے کہ یہ سلسلہ یونہی قائم رہے گا۔ سیرت وسوانح سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب ذوق کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے، خواہش مند حضرات بک امپوریم اردو بازار، سبزی باغ پٹنہ نمبر ۴ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ میں اپنے ذوق لطیف پر گرانباری کے باعث قیمت کا قصداً تذکرہ نہیں کر رہا ہوں اس لئے آپ براہ راست مرتب کتاب کے موبائل نمبر 9631629960 پر رابطہ کرکے بھاؤ تاؤ کر لیں۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل

کالم: مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی اور ان کی دینی دعوت

حضرت جنید بغدادیؒ سے کسی نے پوچھا کہ فتنے اور ظلمت کے دور میں ایمان کی حفاظت کے لئے کونسا نسخہ اکسیر ہے، حضرت نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے احوال وواقعات کا پڑھنا، یہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، ہر دور اور ہم زمانے میں پڑھنے والوں کو فائدہ پہونچاتے ہیں، بزرگوں کے ان زریں اقوال کی بنیاد پر ہفتہ وار نقیب میں حکایات اہل دل کے عنوان سے بزرگوں کے کشف وکرامات اور حیرت انگریز واقعات کو شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، جس کو اصحاب ذوق نے پسند کیا اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازا۔

بیسویں صدی کے نصف اول میں ملک کے بعض حساس علاقوں میں ارتداد کی مسموم ہوائیں بے شمار انسانوں کے ایمان ویقین کا چراغ گل کرنے کے لئے کوشاں تھیں، ایسے نازک حالات میں ایک روشن ضمیر اور ملی درد رکھنے والی عظیم شخصیت، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نے تبلیغی مہم کا آغاز کیا، ان کی پیہم کوششوں کے نتیجہ میں بے شمار انسانوں کے دلوں کی دنیا بدل گئی اور کم پڑھے لکھے بے شمار انسان دین کے بنیادی ارکان سے روشناس ہوگئے۔

جس سے ہماری مساجد کی رونق میں اضافہ ہوا، حضرت مولانا کی انہیں شخصیت اور کردار وعمل پر مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے ایک بلیغ خطبہ دیا، اس خطبہ کی اہمیت کے پیش نظر یہاں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۱۳۰۳ھ میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ اس زمانے میں دہلی کی نواحی بستی نظام الدین میں رہتے تھے، وہ حافظ قرآن اور فارغ التحصیل عالم تھے، عابد وزاہد اور شب بیدار بزرگ تھے، ذکر وعبادت ان کا مشغلہ اور کلام الٰہی کی تدریس ان کا مقصد حیات تھا، انہیں قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے خاص تعلق تھا۔

مولانا محمد الیاسؒ نے حفظ قرآن کی دولت اپنے والد ماجد سے پائی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں، پھر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد یحیٰی صاحب کاندھلویؒ انہیں اپنے ساتھ گنگوہ لے گئے، یہ قصبہ ان دونوں حضرت گنگوہیؒ کی ذات عالی صفات کے سبب علماء وصلحاء کا مرکز بنا ہوا تھا، مولانا الیاسؒ گنگوہ میں آٹھ نو برس رہے، یہاں ان کی بہترین اخلاقی اور دینی تربیت ہوئی، مولانا گنگوہیؒ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا، ۱۳۲۶ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند پہنچے، وہاں ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی، اس کے بعد برسوں اپنے بھائی مولانا محمد یحیٰی صاحبؒ سے حدیث پڑھتے رہے، حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے سلوک کی تکمیل کی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس ہوگئے، ۱۳۳۴ھ میں آپ نے حج کیا، ایک سال بعد بڑے بھائی مولانا یحیٰی صاحبؒ کا انتقال ہوا تو آپ بستی نظام الدین میں مستقل قیام کے لئے دہلی آگئے۔

بستی نظام الدین میں ایک چھوٹی سی پختہ مسجد، ایک کچا مکان اور ایک حجرہ تھا، درگاہ نظام الدین اولیاء کے جنوب میں ایک مختصر سی آبادی تھی، چند میواتی اور غیر میواتی طالب علم آپ سے پڑھا کرتے، طلباء کو چھوٹے بڑے اسباق بڑی کاوش سے پڑھاتے تھے، درس حدیث بھی ہوتا تھا، آپ کا سب سے عظیم کارنامہ تبلیغ کی تحریک شروع کرنا تھا، اس کا آغاز میوات سے ہوا، یہاں کے لوگ برائے نام ہی مسلمان تھے، معاشرت زیادہ ہندوں سے ملتی جلتی تھی، حضرت نے شب وروز محنت کر کے اس علاقے میں بہت سے مکتب قائم کیے اور آہستہ آہستہ اصلاح وتبلیغ کا کام پھیلنے اور اثر دکھانے لگا، پھر آپ نے عمومی دعوت وتبلیغ کا منصوبہ بنایا اور تبلیغی گشت شروع کردی، مولانا نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین اصول وارکان یعنی کلمہ توحید اور نماز کی تبلیغ کریں، پھر انہوں نے جماعتیں بنا کر مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے بھیجنی شروع کیں، چند برس کے اندر اس کام میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ دور دور تک تبلیغ جماعتیں جانے لگیں اور پورے برصغیر میں اصلاح وتبلیغ کا کام ہونے لگا۔

آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور بہت ضعیف وکمزور تھے اور علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے پیکر تھے، آخری عمر تک جس دعوت وتبلیغ کو لے کر اٹھے تھے، اس کے لئے کوششیں کرتے رہے اور ہزاروں ایسے افراد پیدا کردیے جو آپ کے بعد آپ کی دعوت کو آپ کے نشان راہ پر چلا سکیں، آپ ۱۳ر جولائی ۱۹۴۴ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

دعوت وتبلیغ: مولانا کے نزدیک عاجز وضعیف اور مشغول انسان کے لئے اس محدود اور مختصر زندگی میں اپنی مجبوریوں اور کمزوریوں کے ساتھ طویل ترین، کثیر ترین اور مسلسل اجر وثواب اور ذخیرہ عمل کی صورت اخلاص واحتساب کے ساتھ اس دلالت علی الخیر اور تبلیغ میں مشغولی کے سوا کچھ نہ تھی، اگر کوئی شخص دن بھر روزہ رکھے اور رات بھر نفلیں اور ایک قرآن مجید روزانہ ختم کرے یا لاکھوں روپے روزانہ صدقہ وخیرات کرے تو بھی کثرت میں، نورانیت میں اور قبولیت میں ان لوگوں کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا، جن کو ان کی دلالت علی الخیر کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی فرض نمازوں، ارکان اور ایمان کا ثواب رات دن کے ہر لحہ میں پہنچ رہا ہے اور ان کی روح پر اجر وانعام اور انوار وبرکات کی صدیوں سے مسلسل بارشیں ہو رہی ہیں۔

ایک شخص کا عمل، اس کی طاقت اور اس کے اخلاص سینکڑوں آدمیوں کے عمل وطاقت اور اخلاص وشغف وانہماک کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا، اس لئے مولانا شخصی عبادت ونوافل پر (ان میں پورے طور پر خود منہمک رہنے اور ان کی انتہائی حرص وشوق رکھنے کے باوجود) اس متعدی خیر اور دلالت علی الخیر کو ترجیح دیتے تھے اور اس کو زیادہ امید کی چیز سمجھتے تھے، ایک بزرگ جو اپنی عمر میں بڑے بڑے کام کر چکے تھے اور اب جسمانی انحطاط وتنزل کے دور میں تھے ان کے ایک دوست کے ذریعے اس کا مشورہ دیا کہ اب آپ میں خود کرنے زیادہ طاقت نہیں رہی، وقت کم اور کام بہت زیادہ ہے، اس لئے مصلحت اندیشی اور وقت شناسی کا تقاضا اور تفقہ اور حکمت دین یہ ہے کہ دوسروں کے اعمال کا ذریعہ بننے کی کوشش کریں، تقریر وتحریر، خطوط وترغیب کے ذریعہ اپنے دوستوں اور بات ماننے والوں کو اس دعوت وتبلیغ کی طرف متوجہ کریں اور ان کے اجر وثواب میں شریک ہوجائیے۔

اعمال کا دار ومدار: مشکل سے کوئی قدم ثواب کی نیت اور دینی نفع کی توقع کے بغیر اٹھتا ہوگا اور کوئی کام محض نفس کے تقاضے سے ہوتا ہوگا، گویا "لایتکلم الا فیما رجا ثوابہ" آپ کا حال تھا، ان کی ہر نقل وحرکت دلچسپی اور شرکت کا محرکہ اور باعث اجر اور دینی نفع کی امید اور طمع تھی، اسی لئے گفتگو فرماتے تھے، اسی لئے تقریبوں میں شرکت کرتے تھے اور اسی بناء پر غصہ آتا تھا اور پھر اسی لئے راضی ہوجاتے تھے، جو چیز اس مقصد اور اس امید سے خالی ہو اس سے ان کو دلچسپی اور تعلق نہیں ہوتا تھا، چھوٹے چھوٹے روزمرہ کے کاموں میں بھی یہی حال تھا۔

بقول مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ کے شاید بغیر نیت کے ایک چائے کی پیالی بھی نہیں پیتے تھے اور نہ کسی کو پیش کرتے تھے۔

عاجزی وانکساری: آپ اتنے باریک بین اور حاضر دماغ تھے کہ ایک ہی کام میں الگ الگ نیتوں کے ذریعہ ہر شخص کی سطح کے مطابق خصوصی فائدہ اور اجر وثواب کی رہنمائی کرتے تھے، مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ایک لطیف واقعہ لکھا ہے جس سے اس کا اندازہ ہوگا۔

اخیر زمانہ علالت ہی میں جب کہ حضرت اٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے، ایک روز دوپہر میں بستی نظام الدین پہنچا، ظہر کی نماز کے لئے بعض میواتی خدام حضرت کو وضو کرا رہے تھے، اس وقت مجھ پر حضرت کی نظر پڑی، اشارہ سے بلایا اور فرمایا، مولوی صاحب! حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے باوجود یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برسوں وضو فرماتے ہوئے دیکھا تھا اور ایسے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا تھا، پھر بھی وہ معلمانہ طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھتے تھے۔

حضرت کا یہ اشارہ سننے کے بعد جب اس نظر سے میں نے حضرت کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا تو محسوس کیا کہ فی الحقیقت ایسی بیماری کی حالت میں وضو کے لئے حضرت کے وضو سے ہمیں بہت کچھ سبق حاصل ہوسکتا ہے۔

حضرت کو جو تین چار خادم وضو کرا رہے تھے، یہ سب میواتی تھے، ان کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ بیچارے مجھے وضو کراتے ہیں، میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے لئے مجھ سے محبت اور میری خدمت کرتے ہو اور تمہارا یہ گمان ہے کہ میں نماز اچھی پڑھتا ہوں، جیسی تم نہیں پڑھ سکتے، لہذا مجھے وضو اس نیت سے کرا دیا کرو کہ اے اللہ! ہمارا گمان ہے کہ تیرے اس بندہ کی نماز اچھی ہوتی ہے، جیسی کہ ہماری نہیں ہوتی، اس لئے ہم اس کے وضو میں مدد دیتے ہیں تاکہ تو اس نماز کے اجر میں ہمارا بھی حصہ کردے اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! تیرے یہ سادے اور بھولے بندے میرے متعلق ایسا گمان کرتے ہیں، ان کے گمان کی لاج رکھ لے اور میری نماز کو قبول فرما کر انہیں بھی اس میں شریک فرمادے۔

پھر فرمایا اگر میں سمجھنے لگوں کہ میری نماز ان سے اچھی ہوتی ہے تو اللہ کے یہاں مردود ہوجاؤں، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اللہ پاک اپنے ان سادہ دل بندوں ہی کی وجہ سے میری نمازوں کو رد نہ فرمائے گا۔

آخرت کا استحضار: اسی قبیل کی ایک چیز یہ تھی کہ قیامت کا استحضار اور آخرت کا تصور (آنکھوں کے سامنے تصور کی طرح رہنا) ایسا بڑھا ہوا تھا کہ اکثر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول یاد آجاتا تھا "کانہم رای عین" کہ صحابہ کرامؓ کے سامنے آخرت ایسی رہتی تھی گویا آنکھوں دیکھی چیز ہے، ایک مرتبہ ایک میواتی سے دریافت فرمایا کہ دہلی کیوں آئے؟ سادہ دل میواتی نے جواب دیا کہ دہلی دیکھنے کے لئے، پھر مولانا کے انداز سے اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی، فوراً کہا کہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے، پھر بدل کر کہا کہ آپ کی زیارت کے لئے، اس پر مولانا نے فرمایا کہ دہلی اور جامع مسجد کی جنت کے سامنے کیا حقیقت ہے اور میں کیا ہوں، جس کی زیارت کے لئے تم آئے، سڑ گل جانے والا ایک جسم، پھر جنت کا جوذکر کرنا شروع کیا تو یہ معلوم ہوا کہ جنت سامنے ہے۔

دعوت دینے جاؤ: مجلسوں میں جب تک مولانا کو اپنی دعوت کے پیش کرنے کا موقع ملنے کی امید نہیں ہوتی، ان میں شرکت پسند نہ کرتے، محض رسماً اخلاقاً شرکت بہت گراں گزرتی، فرماتے تھے کہ اگر کہیں جاؤ تو اپنی بات لے کر جاؤ اور اس کو پیش کرو، اپنی دعوت کو غالب رکھو۔ ایک مرتبہ میں نے علامہ سید سلیمان صاحب کا ایک فقرہ سنایا جو انہوں نے ایک جلسہ سے واپس آکر فرمایا تھا کہ اپنی ایک بات کہنے جاؤ تو دوسروں کی دس باتیں (مروتاً) سننی پڑتی ہیں، مولانا دیر تک اس کا لطف لیتے رہے اور فرمایا کہ بڑے درد سے کہا ہے۔

موقع ومحل سے بات کرنا: ایک دفعہ دلی میں کسی مخلص کے یہاں شادی میں آپ کو شرکت کرنی پڑی، آپ نے شادی کی خاص مجلس میں بھرے مجمع میں فریقین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، آج آپ کے یہاں یہ خوشی کا دن ہے، جس دن میں بھنگوں تک کو خوش کیا جاتا ہے، گوارا نہیں ہوتا کہ گھر کی بھنگن بھی ناخوش رہے، بتلائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش کرنے کی بھی کوئی فکر آپ لوگوں کو ہے، پھر آپ نے تبلیغ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو سرسبز کرنے کی کوشش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا سب سے بڑا ذریعہ بتلاتے ہوئے اس کے لئے حاضرین کو دعوت دی۔

لایعنی سے اجتناب: لایعنی (جو بات دینی حیثیت سے مفید اور دنیاوی حیثیت سے ضروری نہ ہو) سے بڑی نفرت اور اجتناب تھا اور اس کی دوسروں کو بھی وصیت فرماتے اور تبلیغ میں نکلنے والوں کو بالخصوص تاکید فرماتے، فرماتے تھے "لایعنی میں اشتغال کام کی رونق کو کھودیتا ہے" جس کام میں دین کا فائدہ نہ دیکھتے اس کو تضیع اوقات سمجھتے، ایک مرتبہ میں چبوترہ کے پاس کھڑا ہوا ذوق وشوق کے ساتھ مولوی سید رضا حسن صاحب سے کوئی پرانا واقعہ اور کسی تبلیغی سفر کی روداد سن رہا تھا، مولانا نے سنا اور فرمایا کہ یہ تو تاریخ ہوئی کچھ کام کی بات کیجئے۔

روح کی غذا: مولانا نے ایک مرتبہ عشق کی یہ تعریف کی تھی "آدمی کی لذتیں اور دلچسپیاں جو دنیا کی بہت سی چیزوں میں بٹی ہوئی ہیں، سب نکل کر کسی ایک چیز میں سمٹ آئیں، یہی عشق ہے" مولانا کی یہ تعریف دین کے بارہ میں خود ان پر صادق تھی، اس سے ان کی روح کو عشق ہوگیا تھا، جس کے سامنے تمام حسی لذتیں اور تاثرات ماند پڑ گئے تھے اور یہ روحی لذت ان کے لئے بالکل حسی اور طبعی لذت بن گئی تھی، اس سے ان کو وہ قوت وتوانائی اور نشاط وتازگی حاصل ہوتی تھی جو لوگوں کو غذا اور دوا سے حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ایک کارکن کو جنہوں نے خانہ نشینی کی حالت میں اپنی بے چینی کی شکایت لکھی تھی جواب میں یہی حقیقت لکھی تھی جو کسی اور کے متعلق صحیح ہو یا نہ ہو ان کے متعلق بالکل صحیح تھی، "میرے محترم یہ تبلیغی کام، درحقیقت انسان کی روح وغذا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو اس غذا سے بہرہ ور فرمایا، اب اس کے عارضی فقدان یا کمی پہ بے چینی لازمی شے ہے، آپ اس سے پریشان خاطر نہ ہوں"۔

بارہا ایسا ہوا کہ کسی خوشخبری کو سن کر یا کسی ایسے آدمی سے مل کر جس کو وہ اپنی دعوت کے لئے مفید سمجھتے تھے وہ اپنی بیماری بھول گئے، طبیعت کو اتنی قوت حاصل ہوئی کہ وہ مریض پر غالب آگئی، دفعۃً صحت ترقی کر گئی، اس کے برعکس کسی تشویش یا فکر سے ان کی صحت گر گئی، ان کی تمام فکریں ایسی فکر میں گم ہوگئیں تھیں، جیسا کہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ طبیعت میں سوائے تبلیغی درد کے اور خیریت ہے۔

جذبہ خلیل اور صبر جمیل ملت کا اثاثہ

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ

اسلامی تاریخ کا ہر واقعہ اپنے اندر روشن تاریخ اور سبق لئے ہوئے ہے اور ہر دور میں انسانی زندگی کی رہبری کرتا ہے۔ ہر سال عیدالاضحیٰ اور قربانی آتی ہے اور مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتی اور جگاتی ہے۔ غور کریں تو 'قربانی' کی یہ تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل سے شروع ہوتی ہے۔ روئے زمین پر یہ سب سے پہلی قربانی تھی ارشاد ربانی ہے: ''اور آپ اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجیے، جب ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے لیے کچھ نیاز پیش کی تو ان میں سے ایک کی نیاز قبول ہوگئی، اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی''۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہابیل نے مینڈھے کی قربانی کی اور قابیل نے کھیت کی پیداوار میں سے کچھ غلہ صدقہ کرکے قربانی پیش کی، اُس زمانے کے دستور کے موافق آسمانی آگ نازل ہوئی اور ہابیل کے مینڈھے کو کھالیا، قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔

قرآن پاک میں قربانی کا فلسفہ سمجھاتے ہوئے اللہ تعالی نے بندوں سے کہا: ''ہم نے تمہارے لیے قربانی کے اُونٹوں کو عبادت الٰہی کی نشانی اور یادگار مقرر کیا ہے، ان میں تمہارے لیے اور بھی فائدے ہیں، سوتم اُن کو نحر کرتے وقت قطار میں کھڑا کر کے اُن پر اللہ کا نام لیا کرو اور پھر جب وہ اپنے پہلو پر گر پڑیں تو اُن کے گوشت میں سے تم خود بھی کھانا چاہو تو کھاؤ اور فقیر کو بھی کھلاؤ، خواہ وہ صبر سے بیٹھنے والا ہو یا سوال کرتا پھرتا ہو، جس طرح ہم نے اِن جانوروں کی قربانی کا حال بیان کیا، اِسی طرح اُن کو تمہارا تابع دار بنایا؛ تاکہ تم شکر بجالاؤ! اللہ تعالی کے پاس ان قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا؛ بلکہ اس کے پاس تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے، اللہ تعالی نے ان جانوروں کو تمہارے لیے اِس طرح مسخر کر دیا ہے؛ تاکہ تم اس احسان پر اللہ تعالی کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو قربانی کی صحیح راہ بتائی، اور اے پیغمبر! مخلصین کو خوش خبری سنا دیجیے'' (قرآن)۔

قدیم تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ پہلے معبود کے نام پر انسانی جانوں کو قربان کرنے کا رواج تھا، آج بھی بعض وحشی قبائل بتوں پر انسانی جانیں بھینٹ چڑھاتے ہیں، جانے انجانے میں روز معبود کے نام پر انسانوں کی بلی چڑھائی جارہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیلؑ یعنی باپ کا جذبہ اور بیٹے کے صبر نے قربانی کی جو تاریخ رقم کی اس سے انسانی دنیا محو حیرت ہے، پروردگار کو دونوں کا کردار اتنا پسند آیا کہ انسانی قربانی کو جانوروں کی قربانی سے بدل دیا اور رہتی دنیا تک کے لئے اس کو یادگار بنا دیا، دنیا بنانے والے کا ایک سسٹم اور نظام ہے، جس کے تحت سنسار چلتا ہے اور انسانوں کو رہبری ملتی ہے۔ انبیاء کا یکے بعد دیگر روئے زمین پر آنا اور جدوجہد کرنا اور بکھرے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنا اسی نظام کا حصہ ہے۔ اللہ کے خلیل بھی اسی سسٹم کے تحت روئے زمین پر آئے، ان کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ دیگر نبیوں کی طرح ان کا دور بھی اہل ایمان اور حق پرستوں کے لیے سازگار نہیں تھا۔ توحید کے متوالے حضرت ابراہیمؑ کا بتوں کو توڑنا اور ایمان و یقین کے ساتھ نار نمرود میں کود جانا اور پھر بیٹے کی قربانی کی آزمائش میں کھرا اترنا؛ یہ وہ عوامل ہیں جو صرف قصے کہانی اور تاریخ کے ایک باب تک منحصر نہیں۔ یہ ایمان والوں کو جھنجھوڑتا ہے اور جگاتا ہے، چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ ابتلاء و آزمائش ایمان کا لازمی عنصر ہے۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں آزمائشوں کا طوفان ضرور آئے گا، امتحانات کے تھپیڑے پڑیں گے، ٹوٹ پھوٹ ہوگی، جان و مال، عزت و آبرو کی قربانیاں دینی ہوں گی۔ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا کہ بس وہ یہ کہہ دیں ''ہم ایمان لے آئے، اور انہیں آزمایا نہ جائے؟ حالانکہ ہم نے ان سب کی آزمائش کی ہے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں'۔ (العنکبوت) آپ نے اپنی مختصر سی زندگی میں دیکھا اور مشاہدہ کیا ہوگا، اگر نہیں تو بڑے بوڑھوں اور اہل علم سے سنا ہوگا کہ آزمائشوں سے آدمیت نکھرتی ہے، امتحانات سے کھرے اور کھوٹے کی پرکھ ہوتی ہے اور قربانی کی بھٹی سے انسان کندن بن کر نکلتا ہے اور پھر وہی انسان اس بلند مقام پر فائز ہوجاتا ہے کہ کوئی اس کو ڈرا دھمکا نہیں سکتا، سچائی کی راہ سے ڈگمگا نہیں سکتا، وہ آنکھ میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے، اپنی توحید اور ایمان کی شرط پر سر اٹھا کر جیتا ہے، وہ رب کے علاوہ کسی کے سامنے جھکتا نہیں۔ حضرت آدمؑ سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سبھی انبیاء کی زندگی اور تعلیمات آزمائشوں سے بھری پڑی ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کن امتحانات سے گزری، بڑھاپے میں بیٹے کا ملنا، پھر قربانی کا حکم اور اسے اللہ کی راہ میں قربانی کے لیے پیش کر دینا؛ کتنی بڑی آزمائش تھی، کیسے باپ اور بیٹے نے آگ کا یہ دریا پار کیا اور دونوں جہاں میں سرخرو ہوئے۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

علامہ اقبال کے بقول: 'مسلم اقوام تہذیب حاضر کی آگ کا ایندھن بن چکی ہیں۔ لیکن اگر یہ امت اپنے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا ایمان پیدا کرلے تو اس آگ کو بھی گلزار بنایا جاسکتا ہے'۔

ایمان و توحید کی زندگی گزارنی ہے تو آزمائش اور مصیبت ضرور آئے گی۔ بچہ ہو کہ بوڑھا، جوان ہو کہ ادھیڑ، مرد ہو کہ عورت ہر ایک کو کسی نہ کسی مرحلہ میں آزمائشی دور سے گزرنا ہوگا۔ یہ ابتلاء، آزمائش اور امتحان کبھی انفرادی ہوتی ہے، تو کبھی اجتماعی، کبھی آزمائش دین کی بنیاد پر ہوتی ہے تو کبھی دنیوی اعتبار سے پرکھا جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ کو پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا، وہ کس طرح ہر آزمائش میں پورے اترے، ہر مصیبت کا جوانمردی سے مقابلہ کیا، وہ ہمت و حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھے تو پروردگار نے انہیں ہر میدان میں سرخرو کیا۔

ہندوستان میں ان دنوں مسلمانوں کو مختلف آزمائشوں کا سامنا ہے، کئی محاذوں پر الجھانے کی کوشش کی جارہی ہے، وہ گہری آزمائش سے دوچار ہیں۔ مدارس و مکاتب کا سروے ہو یا حجاب کا معاملہ، مسجد و مندر کا قضیہ ہو یا لو جہاد کا طوفان یا پھر یکساں سول کوڈ کی بات؛ مسلمان ایک منظم سازش کے تحت مختلف محاذوں پر الجھائے جارہے ہیں۔ ایک فتنہ ختم اور ٹھنڈا نہیں ہو پاتا کہ دوسرا فتنہ سر اٹھا لیتا ہے۔ ایسے میں اگر مسلمانوں نے آپا کھو دیا تو وہ پورے طور پر دشمنوں کے نرغے میں آجائیں گے۔ مسلمانوں کو ٹھنڈے دماغ اور خلوص نیت کے ساتھ ان سازشوں کو سمجھنا اور اس کا ریسرچ کرنا ہوگا اور پھر ایمانی فراست اور نئی حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔

اخیر میں ہم یہی کہنا چاہیں گے کہ مسلمان وسیع تر معنوں میں قربانی کے پیغام کو سمجھیں، اللہ سے مدد چاہیں، جذبہ خلیل اور صبر جمیل کا مظاہرہ کریں۔ تازہ معاملہ یونیفارم سول کا کوڈ کا ہے، ہم مرکزی و ریاستی حکومتوں سے جمہوری طرز پر حق حاصل کرنے کی راہ تلاش کریں۔ آئین اور جمہوریت نے ہمیں بہت طاقت دی ہے کہ ہم حکومت سے بامعنی اور ایماندارانہ مکالمہ کرسکتے ہیں۔ مسلمان جس ملک میں رہتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہاں کے قوانین کی پابندی کریں۔ اگر وہ قوانین ظالمانہ ہوں، دین و شریعت سے ٹکراتے ہوں تو انھیں حکمت عملی اور تدبر سے بدلنے کی کوشش کریں۔ جذبات میں آکر الٹی سیدھی حرکتیں نہ کریں، ورنہ بھڑکانے والے کامیاب ہوجائیں گے اور آپ مشکلات میں پھنس جائیں گے، اسوہ نبوی ہمیں یہی سکھاتا ہے۔ موجودہ سلگتے ماحول میں قربانی کا پیغام یہ ہے کہ اگر آپ دکھ جھیل کر، زخم کھا کر اور تکلیف سہ کر حق کی پاسبانی کرتے رہے تو مورچہ بندی کے سامنے کسی کا بس نہ چلے گا۔ مسلمانوں کے لئے حکمت عملی، جرأت، منظم اقدام پہلا اور کارگر ہتھیار ہے، جس کے سامنے باطل کے پاسباں پہلے کبھی ٹھہرے ہیں نہ آج ٹھہر سکیں گے۔

عیدالاضحیٰ کا پیغام

شیخ ابرار احمد ندوی

اسلام اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے، اس کا ہر عمل چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، انفرادی ہو یا اجتماعی، اپنے اندر روح اور تاثیر رکھتا ہے، اس میں ساری انسانیت کیلئے ایک بڑا درس اور پیغام ہوتا ہے۔

اسی طرح عیدالاضحیٰ جیسے مبارک عمل میں بھی ہمارے لئے بڑا درس اور پیغام ہے، قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کو نہ ان کا گوشت پہونچتا ہے اور نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے، اس آیت کریمہ میں اسی پیغام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جو ہماری زندگی میں حرارت پیدا کردے، ہمارے شعور کو بیدار اور ہمارے عمل کو زندہ و تازہ بنادے، اس لئے بڑی وضاحت سے اعلان کردیا گیا کہ اللہ تعالی کو تمہارے خون بہانے، گوشت کھانے کھلانے سے کوئی سروکار نہیں، اس کی بارگاہ میں تقویٰ کی اہمیت ہے، اس کو دل کی پاکیزگی، حکم الٰہی پر تسلیم و رضا کا وہ اظہار مطلوب ہے جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کر دکھایا اور تاحیات اسی پر قائم رہے اور زندگی کی آخری گھڑیوں میں اپنی اولاد کو اسی خوف خدا اور اطاعت و تسلیم پر قائم و دائم رہنے کی وصیت کرگئے، بس عیدالاضحیٰ میں ہر مسلمان کیلئے یہی پیغام ہے کہ وہ اس تقویٰ کو حاصل کرے جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی قربانی کی اصل روح ہے، گویا ملت ابراہیمی سے اپنی وابستگی کے عہد کی تجدید کرلے اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی زندگی کو اسوہ نمونہ بنانے کا عزم تازہ کرلے، اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا، ہمارا تم سے اور اللہ کے سوا تم جن جن کی عبادت کرتے ہو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے دشمنی اور بغض پیدا ہوگیا ہے، جب تک تم صرف ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ، البتہ ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ ضرور کہا تھا کہ: میں آپ کیلئے اللہ سے مغفرت کی دعا ضرور مانگوں گا، اگرچہ اللہ تعالی کے سامنے میں آپ کو فائدہ پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھا، اے ہمارے پروردگار آپ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور آپ ہی کی طرف ہم رجوع ہوتے ہیں اور آپ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

بس جس طرح حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اور ان کے ساتھیوں نے کفر و شرک سے بیزاری و برائت کا اعلان کیا، ہر مسلمان عیدالاضحیٰ میں اپنے عقیدہ و ایمان کا محاسبہ بھی کرے اور اس کو صاف ستھرا بنانے کی کوشش کرے اور عقیدۂ توحید کے سلسلہ میں اس کی حساسیت میں اضافہ ہوجائے، کیونکہ شرک اس طرح دبے پاؤں آتا ہے کہ اس کو اچھے سے اچھا انسان بھی محسوس نہیں کرسکتا، اندھیری رات میں کالی چٹان پر کالی چیونٹی کا رینگنا تو محسوس ہوسکتا ہے، لیکن شرک کی آمد کو محسوس کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل و پیچیدہ ہے اور ہر مسلمان عہد کرلے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کبھی سرتابی نہیں کرے گا، جس طرح حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام تسلیم و رضا کا مجسم پیکر تھے، ہم بھی ان حضرات کو اسوہ بنائیں گے اور جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آل و اولاد کے ایمان کی فکر اور ان کو وصیت فرمائی: ''تم پوری زندگی اسلام پر ہی قائم رہنا'' اسی طرح ہم بھی اپنی نئی نسل کے ایمان و اسلام کے سلسلہ میں فکرمند رہیں۔

یہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی زندگی کی وہ نمایاں خصوصیات ہیں، جن کو ہم اپنی زندگی میں اختیار کرکے عیدالاضحیٰ کو حقیقی عید اور بارگاہ الٰہی میں مقبول بنا سکتے ہیں اور ایک رسمی و رواجی اور بے روح زندگی سے نجات حاصل کرسکتے ہیں، یہی عیدالاضحیٰ کا وہ کلیدی پیغام ہے، جس کو یہاں تقویٰ کے لفظ میں سمو دیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ

مفتی تنظیم عالم قاسمی

اسلام نے انسانوں میں فطری طور پر پائے جانے والے جذبۂ اطاعت کو صحیح رخ دینے کا کام کیا ہے۔لوگوں کو یہ یقین دلایا گیا کہ کائنات کا مالک حقیقی صرف ایک خدا کی ذات ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے،عزت وذلت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔وہ اپنی مرضی کا مالک ہے، جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے،اس کے کسی حکم پر کوئی سوالیہ نشان قائم نہیں کرسکتا۔بیماری اور تندرستی،امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ اور نفع ونقصان صرف اسی کے اختیار میں ہے۔اس نے ساری کائنات کو اپنے منصوبے کے مطابق بنایا ہے،وہی اسی چلا رہا ہے،شمس وقمر، بحر وبر، شجر وحجر اور دنیا کی تمام مخلوقات اسی کی اتباع وفرمانبرداری کر رہی ہیں۔جس طرح ساری کائنات خدا کی اطاعت کررہی ہے اسی طرح انسان کے لئے بھی صحیح رویہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کا فرمانبردار بن کر زندگی گزارے، اسی میں اطمینان اور چین ہے، دنیوی اور اخروی فلاح وکامیابی ہے۔تمام انبیاء کرام یہی بتانے کے لئے آئے اور کائنات کی ہر چیز اپنے وجود کے ساتھ ہر آن یہی پیغام دے رہی ہے۔

اسلام نے پہلے صحیح عقیدے کی تعلیم دی: عقیدہ بنیادی چیز ہے،زندگی کے تمام اعمال اسی کے اردگرد گردش کرتے ہیں،اگر عقائد اسلامی کا ایک شخص پابند نہ ہو تو نیک اعمال بے جان ہیں،اسی لیے قرآن مجید میں توحید، وحدانیت اور ربوبیت کو مختلف انداز سے سمجھانے کی کوشش کی گئی، بلکہ مکہ مکرمہ کی سرزمین جو شرک وبت پرستی میں ڈوبی ہوئی تھی، حقیقی خدا سے ان کی توجہ ہٹی ہوئی تھی،اتنی بڑی کائنات کو تنِ تنہا ایک اللہ کے چلانے کا وہ اقرار کرنے سے انکار کرتے تھے،اسی لیے تقریباً دس سال تک ان کو توحید کی دعوت دی جاتی رہی،ایسی آیتیں نازل کی گئیں،جن میں اللہ کی قدرت اور طاقت بیان کی گئی ہے، قیامت کی ہولناکیاں، دنیا کی بے مثال قدرت کی نشانیاں، دلائلِ آفاقی اور انفسی مختلف نوعیتوں سے سمجھانے کی سعی کی گئی؛ تاکہ لوگ پہلے توحید پرست بن جائیں، پھر بعد میں نماز، روزے، زکوۃ اور دوسرے احکام نازل کیے گئے؛اس لیے کہ جب توحید نہیں تو کچھ بھی نہیں۔رات رات بھر گڑگڑانا اگر بتوں اور بے جان پتھروں کے لئے ہو تو کیا حاصل؟ ساری شریعت کا حاصل یہ ہے کہ آدمی صرف خدا کو اپنا معبود بنائے،وہ شرک کی تمام قسموں سے بچ کر پورے معنوں میں توحید پرست بن جائے،خوشی اور غمی، راحت اور رنج، مالداری اور غریبی،خلوت اور جلوت ہر موڑ پر وہ اپنا رشتہ خدا سے جوڑے رکھے، یہ رشتہ اتنا مضبوط ومستحکم ہو کہ کسی بھی وقت اس میں اضمحلال طاری نہ ہو۔قدرت کی جانب سے کائنات اور پھر خود انسان کے نفس میں دلائلِ وحدانیت اتنی پوشیدہ ہیں کہ تحقیق وتفتیش کرنے والے اربابِ اقرارِ توحید کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

توحید پر دلائلِ انفسی و آفاقی: انسان کے جسم میں ہاضمہ کا پیچیدہ نظام قائم ہے،جس سے ڈاکٹر اور ریسرچ کرنے والے حیران وپریشان ہیں کہ آخر وہ کون سی قدرت ہے،جس نے اس کی تخلیق کی اور اس قدر پیچیدہ نظام وضع کیا؟ لیکن برسہا برس سے یہ نظام چل رہا ہے اور ایک لحہ کے لئے بھی اس میں کبھی رکاوٹ نہیں آئی۔اسی طرح دماغ کی رگوں اور نسوں کا نظام بھی بہت ہی پیچیدہ اور ناقابلِ فہم ہے۔اگر ایک رگ میں خون کی رفتار کم ہوجائے تو ساری توانائیوں کے باوجود انسان ناکارہ ہوجاتا ہے، وہ بیہوش یا پھر جنون کی کیفیت میں پہنچ جاتا ہے؛ غرضیکہ اندرون جسم کا ہر نظام اس قدر پیچیدہ ہے کہ اس کے ادراک سے عقل قاصر ہے،سائنسداں اگر متعصب اور ذہنی تحفظ کے شکار نہ ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ کی کاریگری پر غور کرکے مالک حقیقی تک رسائی حاصل نہ کرسکیں۔ظاہر جسم کو بھی دیکھا جائے کہ وہ کس قدر متناسب الاعضاء، خوبصورت اور حسین وجمیل ساخت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، اربوں اور کھربوں انسان ہیں،سب کا مختلف خاندانوں سے تعلق ہے، زبانیں علیحدہ علیحدہ، ملک اور خطے بھی الگ الگ ہیں اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کثرت سے انسانی تخلیق کے باوجود سب کی شکلیں بھی مختلف بنائی گئی ہیں، دماغی اور ذہنی صلاحیتیں بھی مختلف ہیں، کیا کوئی مشین اب تک ایسی ایجاد میں آئی جو مادہ کے اتحاد کے باوجود ان گنت شکلیں پیدا کر سکے؟ ضرور اس کے پیچھے کوئی طاقت کارفرما ہے،جس سے یہ نظام وابستہ ہے اور جو ساری کائنات کا رب اور خالق ومالک ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔قرآن کریم میں اسی کی طرف توجہ دلائی گئی وَفِی أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات:21)''اور خود تمہارے نفس میں دلائل پوشیدہ ہیں کیا تم غور نہیں کرتے'' دلائل آفاقی یعنی دنیا کی چمک دمک، رنگینیاں، حیرت انگیز کاریگری، درختوں اور پتوں کے نقش ونگار، پھولوں اور سبزہ زار کھیتوں میں پھیلے ہوئے جاذب نظر اور دلکش نظارے اور اس طرح کی تمام چیزیں وجود خداوندی کو بتا رہی ہیں،وَفِی الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ (الذاریات:20)اور زمین میں پھیلی ہوئی نشانیاں کافی ہیں یقین کرنے والوں کے لیے''۔سورہ نحل آیت 66 میں اللہ تعالی نے گائے بھینس، اونٹنی اور بکری وغیرہ میں غور کرنے کی تاکید کی ہے کہ دیکھو وہ سبز چارہ کھاتی ہے، مگر اسی سے ایک طرف سرخ خون تیار ہو رہا ہے، ایک طرف پیشاب، پاخانہ اور نفرت انگیز غلاظتیں تیار ہو رہی ہیں تو دوسری طرف بہترین مشروب ''دودھ'' کی شکل میں مہیا ہو رہا ہے، جس میں غذائیت بھی ہے اور مشروبیت بھی ہزاروں پروٹین (Protein) اس میں پائے جاتے ہیں اور پھر رنگ خالص سفید، کیا یہ حیران کن نہیں؟ مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کے ذیل میں انتہائی مفکرانہ بات تحریر فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:''اونٹ، گائے، بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں، وہ پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزا کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات وبقا کا سبب بنتا ہے اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے، ان دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز (دودھ) تیار کرتی ہے جو نہایت پاک، طیب اور خوشگوار چیز ہے۔(ترجمہ شیخ الہند 362)

کون ایسی ذات ہے جو سبز چارے سے سرخ خون اور خالص سفید دودھ بنا رہا ہے، ایک ناپاک اور ایک طیب اور طاہر ہے، غور کی نگاہ انسان کو قدرت تک پہنچا سکتی ہے۔اسی طرح سمندر میں جاری پانی میں غور کیا جائے، ایک طرف میٹھا پانی جاری ہے تو دوسری طرف کھارا پانی بہہ رہا ہے، دونوں کے درمیان کوئی آڑ اور دیوار نہیں مگر مدتوں سے اس طرح جاری ہے کہ نہ میٹھا پانی کھارے میں مل رہا ہے اور نہ کھارے کا میٹھے میں اختلاط ہے جو یقیناً حیرت انگیز اور کرشمہ سے کم نہیں، کون سی طاقت کارفرما ہے جو دونوں کے درمیان حائل ہے؟ یقیناً یہ طاقت دیگر طاقتوں سے ماورا ہوگی جو سب سے بلند اور برتر ہے، اسی کو قدرت الٰہی سے تعبیر کرسکتے ہیں قرآن کریم میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ (الرحمٰن:19، 20) اس نے دو سمندر چلائے جو آپس میں مل کر چلنے والے ہیں، دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔یہی مضمون تھوڑی وضاحت سے سورہ فرقان آیت 53 میں بیان کیا گیا ہے۔

غلے کی پیداوار کس کا کام ہے؟ زمین میں دانہ بونے سے اس میں ایک طرح کی روح پیدا ہوتی ہے، کونپل نکلتا ہے، وہ اتنا نرم ونازک ہوتا ہے کہ ایک بکری کا چھوٹا بچہ پاؤں رکھ دے تو ٹوٹ جائے لیکن اس میں بذاتِ خود وہ طاقت ہے کہ زمین جیسی سخت چیز کو پھاڑ کر نکلتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے تناور درخت بن جاتا ہے، وہ کون ہے جو اسے اتنا کمزور ہونے کے باوجود زمین سے نکال رہا ہے؟ اگر غور اور عبرت کی نگاہ ڈالی جائے تو اللہ کی قدرت تک پہنچنا مشکل نہ ہوگا۔پانی، آب وہوا، کیڑے مکوڑے، رنگ برنگ پھول پتے، چوڑی چکلی زمین، نیل گوں آسمان اور دنیا کی یہ تمام چیزیں کسی لازوال قدرت کی خبر دے رہی ہیں، مگر شرط ہے کہ آنکھیں حقیقت میں کھلی ہوں اور عبرت انگیز مناظر سے سبق لینے کی ان میں صلاحیت موجود ہو، ورنہ نابینا کے لیے سورج کی روشنی کا انکار کلام مجمل کے سوا کچھ بھی نہیں۔

شرک سے بچنے کی تاکید غرض اتنا تو یقینی ہے کہ دنیا کا کوئی پالنہار اور خالق ومالک ہے، جو سب سے برتر اور باعظمت ہے، ایک طبقہ اس کو مانتا ہے؟ لیکن اس کے ساتھ دوسروں کو عبودیت اور خالقیت میں شریک کرتا ہے۔قرآن نے اس پہلو کی بھی شدت سے نفی کی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء:22) زمین وآسمان میں اگر ایک خدا کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور ان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا مگر صدیوں سے یہ نظام حسب حال جاری وساری ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کائنات کے چلانے میں خدا کے ساتھ دوسرا ساجھی اور شریک نہیں۔غلط فہمی یہاں سے پیدا ہوئی کہ خدا کو بندوں پر قیاس کرلیا گیا، یعنی جس طرح دنیوی بادشاہ تک پہنچنے کے لیے واسطوں کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح شاید خدائے ذوالجلال تک رسائی کے لیے کسی توسط کی ضرورت ہوگی، حالانکہ یہ تو ہم محض جہالت پر مبنی ہے۔انسان صرف سامنے کو دیکھتا ہے، دلوں سے ناواقف ہے، حاضر سے واقف ہے، غائب کا اسے علم نہیں، لیکن رب کائنات تو دلوں کے حال سے واقف ہے، زمین پر رینگنے والی چیونٹی سے بھی وہ واقف ہے اور وہ اس کی ضرورتیں پوری کر رہا ہے، رات میں اٹھ کر گریہ وزاری کرنے والے کی ایک ایک دعاء کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔یہ انسان محتاج ہے اور خدا محتاج نہیں؛ اس لیے اس پر خدا کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالی نے فرمایا: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورہ ق:16)اور ہم اس سے دھڑکتی رگ سے زیادہ قریب ہیں''۔اللہ تعالی کو شرک پسند نہیں ہے، وہ اپنے ساتھ شریک کرنے والوں کو ہمیشہ مبغوض رکھتا ہے۔ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کو کھلاتا پلاتا ہو، پرورش اور نگہداشت کرتا ہو، تمام ضرورتیں پوری کرتا ہو، لیکن اطاعت وفرمانبرداری کے وقت دوسروں کی طرف نظر کی جائے، تو کوئی بھی غیور اسے پسند نہیں کرے گا۔خدا سب سے زیادہ غیرت مند ہے؟ اس لیے اسے یہ ہرگز پسند نہیں کہ کسی اور کو اس کے ساتھ شریک وساتھی بنالیا جائے۔قرآن مجید میں اس سے بہت سختی سے منع کیا گیا ہے۔ارشاد باری ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ (النساء:48)''بے شک اللہ تعالی اس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور جس کو چاہے گا اس کے علاوہ کو معاف کردے گا''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے مختلف ارشادات کے ذریعے اس طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔امام بخاری نے حضرت عمر بن خطاب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:(1) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں (2) نماز قائم کرنا (3) زکوۃ ادا کرنا (4) بیت اللہ کا حج کرنا (5) رمضان کے روزے رکھنا۔''ایک عمارت اپنی تفصیلی صورت میں بہت سے اجزاء کا مجموعہ ہوتی ہے، مگر ساری عمارت جس چیز کے اوپر کھڑی ہوتی ہے، وہ چند کھمبے ہوتے ہیں۔اسی طرح اسلام کے لیے بھی یہ پانچ چیزیں کھمبے کا درجہ رکھتی ہیں، ان کے مضبوط ہونے سے اسلام مضبوط ہوتا ہے اور ان کے کمزور ہونے سے اسلام کمزور ہوجاتا ہے۔ان پانچ چیزوں میں بھی سب سے اہم اور بنیادی چیز توحید ہے، یہی دین کی بنیاد کی پہلی اینٹ اور سارے نبیوں کا سب سے اہم اور اول سبق ہے اور دین کی تمام باتوں میں اس کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ایک موقع پر آپ نے فرمایا:''ایمان کے ستر سے بھی زیادہ شعبے ہیں اور ان میں سب سے افضل اور اعلی لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے''(مشکوۃ:12)

خلاصہ کلام: اسلام کا کلمہ اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، اس میں دو اجزاء ہیں: توحید اور رسالت۔ان دونوں کا اقرار درحقیقت اللہ تعالی سے عہد وپیمان ہے کہ میں صرف اللہ تعالی کو خدائے برحق اور معبود ومالک مانتا ہوں اور دنیا وآخرت کی ہر چیز کو صرف اسی کے قبضہ واختیار میں سمجھتا ہوں؛ لہذا میں صرف اس کی عبادت اور بندگی کروں گا اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں؛ اس لیے ایک امتی کی طرح ان کی اطاعت اور پیروی کروں گا اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔اس کلمہ پر ہمارا پختہ اعتقاد وایمان ہو، ہمارا اقرار واعلان ہو، یہی ہماری زندگی کا اصول اور پوری دنیا کے لیے ہمارا پیغام ہو اسی کو پھیلانے اور اونچا کرنے کے لیے ہمیں جینا اور مرنا چاہئے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو کلمہ کے دونوں جز کو دل سے قبول کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنے کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ایمان کی مثال بجلی کے کرنٹ کی طرح ہے، پاور ہاؤس سے بجلی کا کرنٹ جب کارخانہ میں پہنچتا ہے تو سارا کارخانہ جگمگا اٹھتا ہے۔اسی طرح جب کسی بندے کا اپنے رب سے ایمانی تعلق قائم ہوتا ہے اور وہ مضبوط ہوتا ہے تو اس کے اندر اچانک روشنی نمودار ہوتی ہے، پھر وہ ہر عمل میں قوت اور روحانی جاذبیت محسوس کرتا ہے۔اگر ایمان نہیں تو بڑا سے بڑا عمل بھی جسد بے روح کی طرح ہے؟ اس لیے ایک مسلمان کو سب سے پہلے صحیح مسلمان بننے کی کوشش کرنی چاہئے اور دنیا کے سارے تعلقات ختم کرکے صرف ایک خدا سے تعلق جوڑنے کو اپنا مشن بنانا چاہئے۔

Scanned with CamScanner

یکساں سول کوڈ اور ملک کی زمینی صورت حال

مولانا محمد شبلی القاسمی، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

ملک کی بائیسویں لاء کمیشن نے ایک بار پھر یکساں سول کوڈ کے سلسلہ میں رائے طلب کی ہے، حالانکہ لاء کمیشن 2018 میں یکساں سول کوڈ کو غیر ضروری اور غیر مطلوب کہہ کر خارج کر چکی ہے؛ لیکن چونکہ بی جے پی کے انتخابی منشور میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ شامل ہے، اور اس کو آئندہ الیکشن میں ووٹوں کے پولرائزیشن کے لیے اس کی ضرورت ہے، اس لیے انتخاب سے پہلے اس معاملہ کو اٹھایا گیا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو لاء کمیشن کے پاس اور نہ ہی حکومت کے پاس اس کا کوئی مجوزہ ڈرافٹ موجود ہے کہ اگر یکساں سول کوڈ نافذ ہوگا تو اس کی شکل وصورت کیا ہوگی، اور اگر ایسا کوئی ڈرافٹ موجود بھی ہے تو اس کو پبلک کے سامنے عام نہیں کیا گیا ہے۔ بظاہر یونیفارم سول کوڈ کا مقصد شادی بیاہ، طلاق، وراثت، گود لینے جیسے عائلی قوانین کو بلا تفریق مذہب ومکتب فکر یکساں بنانا ہے جو کہ ابھی الگ الگ پرسنل لاء کے تحت طے ہوتے ہیں۔ اس ملک کی جو زمینی صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ مختلف ریاستوں میں بسنے والی ہندو آریائی وغیر آریائی جماعتوں کے بھی عائلی قوانین، رسم ورواج، عقائد مسلمات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

اس ملک کی واقعی صورت حال پر نظر ڈالیں تو ہم پائیں گے کہ ہمارا ملک قبیلوں، آدی واسیوں، مختلف ثقافتوں اور مذاہب کے ماننے والوں کا ملک ہے۔ اس ملک میں اکثریتی طبقات کے علاوہ مختلف لسانی، علاقائی اور مذہبی اقلیتوں کے لوگ رہتے ہیں۔ سب کے اپنے اپنے عقائد ومسلمات، رسم ورواج ضابطے اور پرسنل لاء ہیں، جس پر عمل کرتے ہوئے صدیوں سے ہم سماجی طور پر اکٹھے رہے ہیں، ہم نے مل کر آزادی کی جنگ لڑی ہے، اور مل کر اپنا آئین بنایا ہے۔ مختلف رسم ورواج اپنانے، الگ الگ نظریات وافکار، عقائد وضوابط کو ماننے کے باوجود ہمارے سماجی اتحاد پر کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ بلکہ کثرت میں وحدت ہی اس ملک کی اصل شناخت اور خوبصورتی ہے۔

مثال کے طور پر شادی بیاہ کے قانون کو ہی لے لیں، مسلمانوں کے یہاں شادی کا الگ طریقہ وضابطہ ہے، عیسائیوں کے یہاں الگ ہے، سکھوں کے یہاں الگ ہے، ہندوؤں کے یہاں الگ ہے، بلکہ ہندو مذہب میں بھی مختلف علاقوں اور ریاستوں میں الگ الگ طریقے رائج ہیں۔ بنگالی ہندوؤں کی شادیاں الگ طریقہ سے ہوتی ہیں، شمالی ہندوستان میں رہنے والے ہندو الگ طرح سے شادی کرتے ہیں اور جنوبی ہندوستان کے طور طریقہ بالکل الگ ہیں۔ اگر یکساں سول کوڈ نافذ کیا جائے تو خود ان کے درمیان آپسی انتشار کا سبب ہوگا۔ یکساں سول کوڈ کا ملک کے تمام شہریوں پر منفی اثر پڑے گا، چاہے ان کا تعلق ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، یہودی، پارسی یا کسی دیگر مذہب سے ہو۔ کیوں کہ یکساں سول کوڈ میں کسی ایک مذہب یا ثقافت کے رسم ورواج اور ضابطوں کو دوسرے پر تھوپا جائے گا، وہ رسم ورواج کسی کے بھی ہو سکتے ہیں، مثال کے طور پر اگر ہندوؤں سے کہا جائے کہ ان کو نکاح کے ذریعے شادی کرنی پڑے گی اور اپنی بیوی کو مہر کے نام سے ایک مالیاتی تحفہ دینا پڑے گا، یا مسلمانوں سے کہا جائے کہ ان کو نکاح کے بدلے پھیرے لینے پڑیں گے، یا اپنے میت کو دفنانے کے بجائے جلانا پڑے گا، یا ہندوؤں سے کہا جائے کہ جلانے کے بجائے انہیں اپنے میت کو دفن کرنا پڑے گا، تو کیا یہ ہندوؤں کو قبول ہوگا؟ یا مسلمانوں کو؟ یا کسی اور مذہب کے لوگوں کے لیے اس طرح کی تبدیلی قابل قبول ہوگی؟ ایک ایسے ملک میں جہاں ہر پچاس کیلومیٹر پر تہذیب اور زبان بدل جاتی ہے، وہاں کے باشندوں کے شخصی اور عائلی طور طریقے، سماجی طرز زندگی کچھ نہ کچھ بدلے ہوئے نظر آتے ہیں، ایسے ملک میں سب کے لیے ایک طرح کا سول کوڈ کیا عملاً ممکن ہو سکتا ہے؟ اس ملک کی مٹی میں مذہب کا رنگ شروع سے ہی گہرا رہا ہے۔ مختلف مذاہب، برادریوں اور قبائل کے لوگوں سے ملنے سے ہی خوبصورت ہندوستان بنتا ہے۔ یہ آئین بنانے والوں کی دور اندیشی تھی کہ انہوں نے اس ملک کی اس رنگارنگی اور سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے یکساں سول کوڈ نہیں بنایا۔ بلکہ آئین کے اندر ہر مذہب، برادری، قبیلہ، علاقائی اور لسانی اقلیت کو اپنے اپنے عائلی مسائل میں اپنے پرسنل لاء، صدیوں سے چلی آ رہے رسم ورواج اور مسلمات پر عمل کرنے کی آزادی دی اور اس آزادی کو بنیادی حقوق کے دفعات میں شامل کیا۔ اس لیے اس آزادی سے چھیڑ چھاڑ کرنا اور یکساں سول کوڈ کو تھوپنا ملک کی سالمیت، جمہوری اقدار، مذہبی مسلمات اور مختلف النوع تہذیب وثقافت کے لیے خطرناک اور نقصاندہ ثابت ہوگا، اس سے ملک کے مختلف مذہبی اور ثقافتی گروہوں کے درمیان انتشار وافتراق پیدا ہوگا، انسانی اور مذہبی حقوق کی پامالی ہوگی جس سے ملک کمزور ہوگا اور ملک کی شبیہ عالمی پیمانے پر داغدار ہوگی۔

یونیفارم سول کوڈ کے خلاف اپنا احتجاج درج کرائیں

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کی جانب سے یکساں سول کوڈ سے متعلق لاء کمیشن آف انڈیا کی جاری کردہ نوٹس کا جواب دینے کے لئے یہ لنک تیار کیا گیا ہے۔

احتجاج درج کرانے کا طریقہ:

آپ فقط نیچے دیے گئے لنک پر کلک کریں اردو اور انگلش کا کالم آئے گا کسی ایک کو کلک کریں گے تو آپ کی خدمت میں امارت شرعیہ کا خط سامنے آئے گا جس کے آخر میں نیچے نام لکھنے کا باکس ہے۔ آپ وہاں نام کے خانہ (Write Your name) میں اپنا نام لکھیں اسی کے ساتھ جی میل کھولیں (Open Gmail) کا آپشن آئے گا اسے کلک کرتے ہی آپ اپنے جی میل اکاؤنٹ میں پہونچ جائیں گے اور جوابی مواد آپ کے نام کے ساتھ سامنے ہوگا اوپر دائیں جانب سینڈ (>) کے نشان پر کلک کر دیں لاء کمیشن کو آپ کا جواب پہنچ جائے گا۔ شکریہ

समान नागरिक संहिता के विरुद्ध अपना विरोध दर्ज कराएं:

हजरत मौलाना सैयद अहमद वली फैसल रहमानी साहब अमीर शरीयत बिहार, ओड़ीशा एवं झारखंड के निर्देश पर इमारत शरिया बिहार ओडिशा एवं झारखंड फुलवारी शरीफ पटना द्वारा समान नागरिक संहिता के संबंध में भारत केविधि आयोग (Law commission of India) द्वारा जारी नोटिस के जवाब में आपत्ति संदेश का नमूनातैयार किया गया है।

विरोध कैसे दर्ज कराएँ?

आप नीचे दिए गए लिंक पर क्लिक करें, आपको उर्दू और अंग्रेजी कॉलमदिखाई देंगे, उनमें से किसी एक पर क्लिक करें, आपके सामने इमारत शरिया का निर्देश दिखाई देगा, जिसके अंत में अपना नाम लिखने के लिए एक बॉक्स होगा। बॉक्स में अपना नाम लिखें, (Write Your name)वाले बाक्स पर क्लिक करते ही ओपन जीमेल (Open Gmail) दिखेगा, उस पर क्लिक कीजिए,आप अपने जीमेल अकाउंट पर पहुँच जाएंगे, अब आपके नाम के साथ रिप्लाई कंटेंट दिखेगा ऊपर दाईं ओर भेजें (Send) बटन के चिह्न (>)पर टच करें। आपका उत्तर ला कमीशन तक पहुँच जायेगा, धन्यवाद। अगर लिंक ओपेन करने में कोई कठिनाइ हो तो लिंक को कॉपी कर के Google Chrome पर पेस्ट कर दें और वहाँ से ऊपर दी हुई प्रक्रिया करें।

इस लिंक पर क्लिक करें — اس لنک پر کلک کریں

https://tinyurl.com/no-ucc-is

या इस QR कोड को अपने मोबाइल के गूगल लेंस से (Google Lens)स्कैन करें।

یا اس کیو آر کوڈ کو اپنے موبائل کے گوگل لینس سے اسکین کریں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب کی وفات علمی دنیا کا عظیم خسارہ: امیر شریعت

نامور عالم دین، دارالعلوم وقف کے موقر استاذ حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب کی وفات پر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

علمی دنیا کی نامور شخصیت، موقر عالم دین، کئی کتابوں کے مصنف، عظیم محدث، دارالعلوم وقف دیوبند کے مایہ ناز استاذ جھارکھنڈ کے جامتاڑا ضلع سے تعلق رکھنے والے حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب کا انتقال طویل علالت کے بعد 16 جون 2023 روز جمعہ کو صبح آٹھ بجے ہوا وہ کافی دنوں سے صاحب فراش تھے۔آپ کی پیدائش 16 فروری 1954 کو متحدہ بہار (اب جھارکھنڈ) کے ضلع جامتاڑا کے ایک گاؤں رانچہ بھیا میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم آپ نے جامعہ حسینیہ گریڈیہہ میں حاصل کی، پھر محمود العلوم کلٹی، مغربی بنگال، مظاہر العلوم سہارن پور اور دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، سند فضیلت 1971 میں دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔فراغت کے بعد آپ نے عربی مجلہ الداعی کی کتابت اور تزئین کاری کی خدمت مولانا وحید الزماں کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں انجام دی۔دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام کے بعد آپ نے وہاں تدریسی خدمت انجام دینی شروع کی اور چار دہائیوں سے زیادہ عرصہ تک مسند تدریس کو زینت بخشی، مولانا مرحوم کے انتقال پر امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مولانا کے سانحۂ وفات کو علمی دنیا کا بڑا خسارہ قرار دیا، آپ نے کہا کہ ان کے انتقال سے جہاں دارالعلوم دیوبند نے اپنے ایک باوقار استاذ، بڑے محدث، ماہر فن ادیب کو کھویا، وہیں امارت شرعیہ اپنے ایک محسن ومخلص ترجمان سے محروم ہو گئی بلکہ پوری ملت دل دردمند رکھنے والے عالم ربانی اور ملت کی فکر کرنے والے رہبر ورہنما سے محروم ہوگئی۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ کا نعم البدل دارالعلوم وقف دیوبند، امارت شرعیہ اور پوری ملت کو عطا کرے، ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور پسماندگان کو صبر وثبات کی توفیق مرحمت کرے، آپ کے سانحہ وفات پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ایک تعزیتی نشست نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔جس میں امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان نے شرکت کی، مولانا مرحوم کے محاسن کا تذکرہ کیا اور ان کے لیے مغفرت و بلندیٔ درجات کی دعا کی اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا محمد اسلام صاحب ایک طرف جہاں عظیم محدث، عربی زبان وادب کے بڑے ادیب، اعلیٰ درجہ کے مصنف، بلند پایہ صحافی تھے، وہیں دوسری طرف بڑے سادہ مزاج، بے تکلف، خلیق اور متواضع انسان تھے۔ہر چھوٹے بڑے سے بہت ہی محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، ہر آدمی یہ محسوس کرتا تھا کہ ہم سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں، آپ مولانا وحید الزماں کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ لوگوں میں تھے، آپ اعلیٰ درجہ کے خطاط بھی تھے اور بہت ہی خوشخط لکھتے تھے۔امارت شرعیہ اور یہاں کے اکابر سے بہت ہی عقیدت اور محبت رکھتے تھے، امارت شرعیہ کی ترقی اور استحکام کے لیے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے اور امارت شرعیہ کے بہت بڑے ترجمان تھے، مجلس شوریٰ کے قدیم رکن تھے، جب تک صحت نے ساتھ دیا ہر میٹنگ میں تشریف لاتے اور اپنی مضبوط ومستحکم رائے سے نوازتے۔ان کے انتقال سے نہ صرف دارالعلوم وقف دیوبند کا نقصان ہوا ہے، بلکہ امارت شرعیہ بھی اپنے ایک مخلص وہمدرد رکن اور مضبوط ترجمان سے محروم ہوگئی۔مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ آپ کا شمار مقبول ومحبوب اساتذہ میں ہوتا تھا، آپ بافیض عالم دین، بہترین مقرر اور مقبول مدرس تھے۔آپ نے ہزاروں طلبہ کی ٹیم تیار کی جو یقیناً آپ کے لیے تاقیامت صدقہ جاریہ ہے، آپ بزرگوں کی یادگار تھے، امارت شرعیہ کے بڑے مخلص تھے پوری زندگی امارت شرعیہ کے لیے فکرمند رہے۔بیماری کے زمانے میں بھی امارت شرعیہ کے ذمہ داران اور کارکنان سے بات کرتے رہتے اور امارت شرعیہ کی خیر خبر لیتے رہتے، نیز یہاں کی کارکردگی سے باخبر رہتے، جہاں ضرورت ہوتی مفید مشوروں سے نوازتے۔ان کے انتقال سے امارت شرعیہ نے ایک بڑے مخلص کو کھودیا۔مولانا محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے کہا کہ وہ بہت متواضع انسان تھے، اتنے بڑے ادیب اور عالم دین ہونے کے باوجود بڑے سادہ رہتے، طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے، امارت شرعیہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔پابندی سے امارت شرعیہ کی شوریٰ میں آتے اور ہر چھوٹے بڑے سے ملاقات کرتے اور خیریت معلوم کرتے۔مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ وہ بافیض عالم دین تھے، ان کا درس بڑا مقبول تھا، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے، کبر، غرور گھمنڈ جیسی چیزوں کا آپ کی زندگی میں کوئی گزر نہیں تھا۔مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ بڑے ادیب اور نامور استاذ تھے، ان سے قدیم ملاقات تھی، ہر موقع پر بہت شفقت اور محبت سے پیش آتے۔مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم نے کہا کہ آپ کا انتقال بڑا ملی خسارہ ہے، آپ کے اندر ناقابل فراموش خوبیاں تھیں۔مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ ایک بڑے مربی کو ہم نے کھویا ہے، استاذ اور شاگرد کے درمیان جو دوری اور حجاب ہوتا ہے، اس کو انہوں نے ختم کر دیا تھا، وہ سب سے رفیقانہ تعلق رکھتے تھے۔مولانا رضوان احمد ندوی معاون مدیر نقیب نے کہا کہ بڑے باغ و بہار عالم دین تھے، مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے، امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران وکارکنان سے بڑے اچھے مراسم تھے، ہر ایک کی خبر گیری کرتے۔مولانا محمد ابو الکلام شمسی معاون ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ ان کی وفات کا بڑا احساس ہوا، ہر چھوٹے بڑے سے محبت سے پیش آتے، امارت شرعیہ کے بارے میں ہمیشہ فکرمند رہتے، جب گریڈیہہ اور رانچی میں امارت شرعیہ کا اسکول قائم ہوا تو اس کے افتتاحی اجلاس میں شریک ہوئے اور بہت ہی تحسین اور ستائش کی، اکثر فون کر کے اسکول کے احوال پوچھتے اور مفید مشوروں سے نوازتے، اسکول کی ترقی کے لیے فکرمند رہتے۔مولانا قمر انیس قاسمی صاحب نے بھی ان کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور کہا کہ مولانا سے بہت ہی گہرے مراسم تھے، جب بھی ملاقات ہوتی بہت ہی محبت سے پیش آتے۔اس کے علاوہ دیگر ذمہ داران وکارکنان نے بھی اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا اور مولانا کے محاسن کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی۔

یونیفارم سول کوڈ ملک کے سبھی مذاہب اور طبقات کے لیے پریشان کن

ملی و مذہبی تنظیموں اور خانقاہوں نے متحد ہو کر یونیفارم سول کوڈ کو مسترد کرتے ہوئے لاکمیشن کے سامنے اپنی مخالفت درج کرانے کی اپیل کی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ سمیت بہار کی مختلف ملی تنظیموں اور خانقاہوں نے یونیفارم سول کوڈ کے سلسلہ میں لا کمیشن کی طرف سے عوام اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے رائے معلوم کرنے کے سلسلہ میں جاری نوٹیفکیشن پر اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لاکمیشن کا یہ عمل بالکل غیر ضروری اور لاحاصل ہے۔یہی لاکمیشن ہے جس نے 2018 میں یکساں سول کوڈ کو غیر ضروری اور غیر مطلوب قرار دے کر ریجیکٹ کر دیا تھا، اور اب پھر سے یہ معاملہ اٹھایا ہے اور ایک مہینے کے اندر عوامی رائے طلب کی ہے۔ہم لوگوں کا مشترکہ احساس ہے کہ یونیفارم سول کوڈ ہر مذہب کے ماننے والوں، مختلف تہذیب وثقافت سے وابستگی رکھنے والوں اور لسانی ومذہبی اقلیتوں کے لیے نقصان دہ ہے اور عالمی سطح پر ملک کی شبیہ کو داغدار کرنے والا ہے۔اس لیے تمام لوگوں کو چاہئے کہ وہ یونیفارم سول کوڈ کو مسترد کریں اور اپنی رائے سے لاکمیشن کو مطلع کریں، ان مذہبی وملی رہنماؤں نے سول سوسائٹیز، قانون دانوں اور اہل علم سے اپیل کی ہے کہ وہ قانونی اور منطقی بنیادوں پر یونیفارم سول کوڈ کے نقصانات کو واضح کرتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ یوسی سی کی مخالفت لاکمیشن کے سامنے درج کرائیں اور جو ای میل ایڈریس لاکمیشن نے جاری کیا ہے اس پر بڑی تعداد میں ای میل کریں، عوامی طور پر لاء کمیشن کے سامنے احتجاج درج کرانے کے سلسلہ میں میسج کا ایک نمونہ بھی بنایا گیا ہے جو لوگوں کو ان کے وہاٹس ایپ کے ذریعہ بھیجا جا رہا ہے اور ان سے اپیل کی جارہی ہے کہ وہ اپنے اپنے ای میل سے لاکمیشن کو وہ میسج اپنے نام کے ساتھ بھیجیں جو میسج تیار ہوا ہے، اس کی ایک کاپی چیف جسٹس آف انڈیا اور صدر جمہوریہ کو بھی بھیجیں۔

اپیل کرنے والوں میں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، ادارہ شرعیہ بہار، جمعیۃ علماء بہار، جماعت اسلامی بہار، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، خانقاہ منعمیہ قمریہ میتن گھاٹ، خانقاہ فردوسیہ منیر شریف، مجلس العلماء والخطباء امامیہ (شیعہ جماعت) اور بہار اسٹیٹ مومن کانفرنس کے ذمہ داران نمائندگان شریک ہیں۔

یکساں سول کوڈ کے خلاف بڑھ چڑھ کر اپنا اعتراض درج کرائیں: مولانا سہیل احمد ندوی

قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے ائمہ کرام سے اپیل کی کہ جمعہ کے خطاب میں اس موضوع کو شامل فرمائیں اور امت میں بیداری لانے کی کوشش کریں

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے قائم مقام ناظم مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے اپنے بیان میں یکساں سول کوڈ کے بارے میں لاکمیشن کے نوٹیفکیشن کے بارے میں اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لاء کمیشن آف انڈیا نے ۱۴؍جون ۲۰۲۳ء کو اپنے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ عوام سے اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے یکساں سول کوڈ کے تعلق سے رائے طلب کی ہے، رائے دہی کے لئے تیس دنوں کا وقت دیا ہے، ۱۴؍جولائی کو متعینہ تاریخ ختم ہو جائے گی۔لاکمیشن کا یہ اقدام بالکل غیر ضروری اور سبھی مذاہب اور طبقات کے لیے پریشان کن ہے، اور اس سے ملک میں افتراق اور انتشار کی کیفیت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے امارت شرعیہ چاہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی آراء یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت میں وہاں پہونچیں اور لوگ یکساں سول کوڈ کے خلاف بڑھ چڑھ کر اپنا اعتراض درج کرائیں۔

انہوں نے ائمہ کرام سے اپیل کی کہ جمعہ کے خطاب میں اس موضوع کو شامل فرمائیں اور امت میں بیداری لانے کی کوشش کریں۔امارت شرعیہ کی جانب سے اس کام کے لیے جو ڈرافٹ تیار کیا گیا ہے، جمعہ میں اس کو پڑھ کر سنادیں اور اپنی تقریر میں لوگوں کو اس کام کے لیے آمادہ کریں کہ وہ فوری طور پر ای میل لاکمیشن کو بھیجیں تاکہ یہ کام بڑے پیمانے پر انجام پاسکے۔انہوں نے کہا کہ لوگوں کو بتانے کی ضرورت ہے کہ یکساں سول کوڈ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام مذاہب اور طبقات کے لوگوں کے لئے نقصان دہ اور ان کی آزادی اور پرسنل لاء پر حملہ ہے، اس لئے ایک ہندوستانی شہری ہونے کے ناطے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم یکساں سول کوڈ کی مخالفت کریں اور لاء کمیشن کے سامنے اپنا احتجاج درج کرائیں۔اس سلسلہ میں مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت بارکاتہم امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ وسکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی ہدایت پر اس مہم سے گاؤں گاؤں کے باشندوں کو جوڑنے کیلئے امارت شرعیہ نے بہار اڈیشہ بنگال وجھارکھنڈ کے ہر ضلع میں بیداری مہم چلا رہی ہے اور جگہ جگہ میٹنگ منعقد کرانے کا سلسلہ جاری کیا ہے جس میں مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے ذمہ داران کی شرکت ہو رہی ہے۔مرکزی دفتر سے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی، قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی، نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، نائب قاضی شریعت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی، نائب ناظم مولانا مفتی محمد سہراب ندوی، معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی، مولانا رضوان احمد ندوی معاون مدیر نقیب، مولانا عبداللہ انس قاسمی، معاون ناظم مولانا قمر انیس قاسمی، نائب قاضی مولانا سہیل اختر قاسمی، معاون ناظم مولانا محمد ابوالکلام شمسی، مولانا عبداللہ جاوید ثاقبی، مولانا نصیر الدین مظاہری، مولانا محمد عادل فریدی، مولانا تبریز عالم قاسمی، مولانا مفتی شکیل احمد قاسمی سمیت، معاون قاضی مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگل پوری، مولانا طارق انور رحمانی سمیت امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران وذیلی دارالقضاء کے قضاۃ حضرات بہار وجھارکھنڈ اور اڈیشہ کے مختلف اضلاع کے سفر پر نکل چکے ہیں جہاں وہ مشاورتی نشستوں میں شرکت کریں گے۔ان مشاورتی نشستوں میں لاء کمیشن کو بذریعہ ای میل زیادہ سے زیادہ تعداد میں جواب بھیجنے اور اس مہم کو منظم کرنے پر غور ہوگا۔لہذا ائمہ کرام علماء عظام، دانشوران قوم وملت اور امارت شرعیہ کے ارکان شوریٰ، ارکان ارباب حل وعقد اور ضلع وبلاک سطح کے ذمہ داران، نقباء ونائبین نقباء سے گذارش ہے کہ اپنے اپنے حلقہ میں اس بیداری مہم سے خود بھی جڑیں اور اپنے احباب کو بھی جوڑیں اور امارت شرعیہ کے جو ذمہ داران آپ کے علاقہ میں اس کام کے لیے تشریف لے گئے ہیں، ان کا بھرپور تعاون کریں۔انہوں نے ضلع اور بلاک سطح کے ذمہ داران اور ائمہ کرام سے گذارش کی کہ مقامی نوجوانوں کی ہر گاؤں میں ایک ٹیم بنادیں جو امارت شرعیہ کی نگرانی میں زیادہ سے زیادہ لوگوں سے ای میل بھجوانے کا کام کرے۔

یکساں سول کوڈ قومی یکجہتی کیلئے نقصاندہ

مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

ہندوستان میں 'یکساں سول کوڈ' بنانے کی ذہنیت کوئی نئی نہیں ہے، اس کا اظہار آزادی سے قبل سب سے پہلے انیس سو اٹھائیس میں 'نہرو رپورٹ' کی صورت میں ہوا تھا؛ جو دراصل آزاد ہندوستان کے دستور کا ایک پیشگی ڈرافٹ تھا۔ ملک کی آزادی کے بعد پھر یہ معاملہ اٹھا، یہاں تک کہ آئین کے معماروں نے جو دستور بنایا اس میں 'یونیفارم سول کوڈ' کے نام سے اس کی بھی ایک دفعہ شامل کردی، لیکن ملک کی شدت پسند طاقتوں نے سیاسی اور مذہبی مفاد کیلئے اس کو ایک 'ٹول' کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ گاہے گاہے یہ آواز بلند ہوتی رہی۔ اب صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ جب بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے بوتل میں بند یونیفارم سول کوڈ کا بھوت باہر نکال لیا جاتا ہے اور پھر سیاسی کھیل شروع ہو جاتا ہے۔ یونیفارم سول کوڈ ایک معمہ ہے سمجھنے نہ سمجھانے کا۔ اس کی صدا بنیادی طور پر آر ایس ایس کی طرف سے بلند کی جارہی ہے اور بی جے پی اس کو عملی جامہ پہنانے پر آمادہ ہے۔

لاکمیشن آف انڈیا نے یوسی سی کے موضوع پر عوامی رائے جاننے کی جو بات کہی ہے، دراصل یہ ٹٹولنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اقلیتیں اس کو کس حد تک لے رہی ہیں اور خاص کر مسلمانوں کا اس پر کیا ردعمل ہے۔ اتراکھنڈ میں کامن کوڈ کے نفاذ کی تیاری کے بعد اب پورے ملک میں اس کو نافذ کرنے سے متعلق عوام کی نبض ٹٹولی جارہی ہے۔ مسلمان اس کے لئے سڑکوں پر نہیں اتریں گے، لیکن خاموش بھی نہیں بیٹھیں گے اور پوری قوت کے ساتھ مخالفت کریں گے۔ کیونکہ مذہب اور آئین نے ہمیں جو حقوق دیئے ہیں اس سے ہم دست بردار نہیں ہوسکتے۔

یکساں سول کوڈ کا مطلب شادی، بیاہ، طلاق، وراثت اور گود لینے جیسے عائلی قوانین کو بلاتفریق مذہب وملت یکساں بنانا۔ ملک کی موجودہ بی جے پی سرکار نے لوک سبھا انتخابات کے پیش نظر اس معاملے کو سلگا رہی ہے اور ہوا دے رہی ہے۔ دراصل حکومت اس کے ذریعہ ہندو مسلم کے درمیان فاصلہ پیدا کر کے سیاسی فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔

کامن سول کوڈ کے حامیوں نے مختلف وجوہات پیش کرتے ہوئے سب سے بڑا فائدہ یہ بتایا ہے کہ اس سے مشترک قومیت کا فروغ ہوگا، سیکولرزم مضبوط ہوگا اور مختلف مذاہب کے ماننے والے ہندوستانیوں میں 'کامن فیلنگ' ہوگی، اس طرح ایک مضبوط اور مستحکم 'انڈین نیشن' وجود میں آئے گی۔ ان کا ماننا ہے کہ مختلف قسم کے شخصی قوانین باہمی اختلافات کا ذریعہ بنتے ہیں اور اس سے قومی یکجہتی کو نقصان پہنچتا ہے۔

جب کہ تمام حقائق اس دلیل کی نفی کرتے ہیں۔ دوستی، خیر سگالی، رواداری اور قومی یکجہتی کے جذبے کا فروغ صرف 'کامن کوڈ' سے ہوگا؛ سراسر بددیانتی اور بدترین قسم کی وطن دشمنی پر مبنی ذہنیت ہے، یہ غلط اور ملک کے مستقبل کے لئے مہلک ہے۔ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جن مسائل کا تعلق افراد کی شخصی زندگی سے ہے، ان کی بنا پر آج تک دو فرقوں میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی کے درمیان عائلی مسائل کو لے کر کبھی اختلاف ہوا ہو، اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔

باہمی تفریق برٹش حکومت کی پالیسی کی دین ہے، جسے بی جے پی اور آر ایس ایس کے لوگ ہوا دے رہے ہیں اور ملک کو بدامنی کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔ آج مشترک قومیت اور اتحاد کیلئے کامن کوڈ کی بات کی جارہی ہے، ماضی پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ کامن فیلنگ یہاں صدیوں سے موجود ہے۔ مختلف فرقے اپنے اپنے مذہبی اور عائلی قوانین پر عمل کرتے ہوئے باہم مل کر زندگی گزارتے آرہے ہیں، پھر بھی آپس میں وہ چیز موجود ہے، جس کو قومی یکجہتی کہا جاتا ہے۔ دراصل برٹش گورنمنٹ نے نفرت کی جو چنگاری سلگائی تھی بی جے پی اس کو ہوا دے رہی ہے۔

تجربات بتاتے ہیں کہ کامن کوڈ کبھی بھی اتحاد اور یکسانیت نہیں دے سکتا۔ ماضی میں ہم نے دیکھا ہے کہ ایک ہی سول کوڈ اپنانے والے بار بار آپس میں لڑتے رہے ہیں۔ قدیم ہندوستان میں کورو اور پانڈو کا سول کوڈ ایک تھا، اس کے باوجود دونوں کے درمیان وہ عظیم جنگ ہوئی جس کو مہابھارت کہا جاتا ہے۔ پہلی عالمی جنگ میں ایک طرف جرمنی اور اٹلی تھے اور دوسری طرف برطانیہ اور فرانس؛ مشترک کلچر اور سول کوڈ ہونے کے باجود ہلاکت خیز جنگ ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ملک کو زعفرانی بنانے کی ایک چال ہے، ہم آہنگی اور اتحاد کو اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ کامن کوڈ کے حامیوں کو اپنے مذہبی سربراہ گرو گوالکر کے خیالات سے سبق لینی چاہیے، جس نے کہا ہے کہ: 'میں نہیں سمجھتا کہ نیشنلزم کا احساس پیدا کرنے کے لئے ہمیں یکساں سول کوڈ کی ضرورت ہے، اتحاد کے لئے ہم آہنگی کی ضرورت ہے نہ کہ یکسانیت کی'۔

فطرت یکسانیت کو پسند نہیں کرتی، یہ قوموں کے لئے موت اور انتشار کی نشانی ہے، تنوعات قومی اتحاد کے لئے مددگار ہوتے ہیں، اسی پر ملک ترقی کرے گا اور آگے بڑھے گا، اس لئے اس سے چھیڑ چھاڑ ملک، محبت اور انسانیت کو تباہ کردے گا، اس لئے ہر طریق زندگی کی حفاظت کی جانی چاہیے اور ہر ہندوستانی کو اس کے لئے آگے آنا چاہیے۔ یہ ہمارے ملک کی خوبصورتی بھی ہے اور طاقت بھی۔ میں جہاں تک سمجھ پایا ہوں قومی یکجہتی کے فروغ کے لئے کامن کوڈ نہیں کامن اور نیشنل کیریکٹر کی ضرورت ہے، قومی سوچ کا مطلب ذاتی مفاد کو اہمیت دینے کے بجائے قومی مفاد کو آگے رکھا جائے، آزادی کے بعد اس پر کم توجہ دی گئی، اسی کا نتیجہ ہے کہ ملک میں بگاڑ آیا، نفرتیں بڑھیں۔ ملک کے ہر شہری کو قومی سوچ پر فوکس کرنے کی ضرورت ہے، اسی سے ہندوستان متحد، پرامن اور ترقی یافتہ ملک بنے گا۔

یکساں سول کوڈ کا مسئلہ صرف مسلمانوں کا نہیں؛ بلکہ تمام مذہبی اقلیتوں کا ہے

مولانا ڈاکٹر ابو الکلام قاسمی شمسی

ہندوستان بڑا ملک ہے، اس کی آبادی بڑی ہے، اس میں مختلف مذاہب اور مختلف زبان بولنے والے رہتے بستے ہیں، ہندوستان کے آئین میں ہر شہری کے حقوق اور ان کے تحفظ کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں بڑی تعداد میں اقلیتی طبقہ کے لوگ بستے ہیں، مسلم، سکھ، عیسائی، بودھ، جین وغیرہ اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اقلیتی طبقات کے مذاہب الگ ہیں، ان کے رسم و رواج الگ ہیں، ملک کے آئین نے ہر طبقہ کو مذہبی اور ثقافتی آزادی دی ہے، کوئی ان کے حقوق کو چھین نہیں سکتا ہے، اگر کوئی ان کے حقوق کو سلب کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کے خلاف آواز بلند کرنے اور قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔ موجودہ وقت میں کچھ غلط عناصر اور پارٹیوں نے سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ملک میں اقلیت اور اکثریت کے درمیان نفرت کا ماحول پیدا کر دیا ہے، ایسے عناصر اکثریت کو بنیاد بنا کر اقلیتوں کو اپنے حقوق سے محروم کر دینا چاہتے ہیں، یہ ہندوستان کی آئین کے خلاف ہے۔ جب جب الیکشن کا وقت آتا ہے تو ملک کی فرقہ پرست پارٹی اقلیت کے خلاف زہر اگلنے لگتی ہے، کچھ غلط عناصر بالخصوص مسلم اقلیت کے لوگوں پر ظلم ڈھانے لگتے ہیں، جس سے باہمی عداوت اور دشمنی کا ماحول بنتا ہے، جبکہ حکومت پابند ہے کہ آئین کی حکومت قائم کرے اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ موجودہ وقت میں بعض اسٹیٹ کی حکومت نے یکساں سول کوڈ کو اپنے صوبہ میں نافذ کرنے کا اعلان کر دیا ہے، یہی نہیں مرکزی حکومت کی طرف سے بھی اکثر یہ شوشہ چھوڑا جاتا ہے کہ ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ کیا جائے گا، جبکہ یہ بھارت کے آئین کیخلاف ہے۔ جہاں تک پورے ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی بات ہے، تو قانون کے ماہرین کے تجزیہ کے مطابق اس کے لئے آئین میں ترمیم کی ضرورت ہوگی، اور موجودہ وقت میں حکومت اس پوزیشن میں نہیں ہے، نیز اس کا تعلق بنیادی حقوق سے ہے، بنیادی حقوق سلب کرنے کا اختیار کسی حکومت کو نہیں ہے، ویسے بھی ملک میں مختلف مذہبی طبقات ہیں، ان کے الگ الگ رسوم و رواج ہیں، کوئی طبقہ نہ تو اپنے مذہب سے دستبردار ہونے کو تیار ہوگا اور نہ اپنے رسم و رواج کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوگا، اس طرح یکساں سول کوڈ ہندوستان جیسے ملک میں ممکن نہیں ہے۔

موجودہ وقت میں بھی یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی بات اٹھائی گئی ہے، یہ مسئلہ صرف مسلمانوں کا نہیں ہے، یہ مسئلہ تو ملک میں بسنے والی سبھی مذہبی اقلیتوں کا بھی ہے، سکھ، بودھ، جین اور لنگائیت طبقہ کے لوگوں کا بھی ہے، ان سب کے بھی مذاہب الگ الگ اور رسم و رواج الگ الگ ہیں، جو سناتن دھرم سے الگ ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ مسئلہ پہلی مرتبہ اٹھایا گیا ہے، بلکہ بہت سی دفعہ ایسے حالات آئے ہیں کہ حکومت کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق کو سلب کرنے کی کوشش کی گئی تو تمام اقلیتوں نے مل کر ان کا مقابلہ کیا، اور حکومت کو اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور کر دیا۔

موجودہ وقت میں ملک میں نفرت کا ماحول پیدا ہو گیا ہے، اقلیت اور اکثریت کے معاملہ کو اٹھا کر سیاسی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، نفرت کا ماحول پیدا کرنے والے تھوڑے لوگ ہیں، اللہ کا فضل ہے کہ برادران وطن کا بڑا طبقہ نفرت پھیلانے والوں کے خلاف ہے، اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ نفرت کے ماحول کو ختم کرنے کے لیے آپسی میل محبت کو بڑھایا جائے، اچھے اور سیکولر برادران وطن کے ساتھ رابطہ کو مضبوط کیا جائے، ہر گاؤں اور محلہ میں میٹنگ کی جائے۔

موجودہ وقت فتنہ کا ہے، لوگوں کو مشتعل کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کئے جارہے ہیں، ایسے موقع پر اس کی سخت ضرورت ہے کہ بالخصوص مسلم سماج کے لوگ صبر و تحمل سے کام لیں، استقامت اختیار کریں، آئین کے مطابق شر اور فتنہ کے دفع کے لئے قانون کا سہارا لیں، کسی بھی حال میں بے حوصلہ نہ ہوں۔

یکساں سول کوڈ دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق سے مغائر

مولانا رضوان احمد ندوی، معاون مدیر ہفت روزہ نقیب امارت شرعیہ، پٹنہ

ملک میں یکساں سول کود کا نفاذ دستور ہند میں دیے گئے بنیادی حقوق اور یہاں بسنے والے مختلف تہذیبوں کے رواجی قوانین سے قطعی مغائر ہے۔ اس سے قومی یکجہتی کے بجائے ملک میں انتشار و اضطراب کا ماحول پیدا ہوگا۔

کیوں کہ دستور ہند کی آرٹیکل 25 میں مذہبی قوانین کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اور اس کو ناقابل تنسیخ بنانے کے لیے دستور کی آرٹیکل 13 (2) میں یہ بات صاف کردی گئی ہے کہ حکومت کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو بنیادی حقوق کے خلاف ہو۔ معلوم ہوا کہ دفعہ 44 جس میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی بات لکھی ہوئی ہے وہ دفعہ پچیس سے متصادم ہے جو کہ بنیادی حقوق کی دفعہ ہے، یکساں سول کوڈ کے نفاذ سے برادران وطن میں ناراضگی پیدا ہوگی، مثلاً ہندوؤں کی مختلف ذاتیں ہیں اور نکاح کے سلسلہ میں ان کے الگ الگ طریقے ہیں، شمالی ہندوستان میں ماموں اور بھانجی کے درمیان شادی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، لیکن جنوبی ہندوستان میں بہن کا اپنے بھائی پر حق سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی سے شادی کرے۔ قبائلیوں کے یہاں خاندانی رسم و رواج بالکل مختلف ہیں، بعض قبائل میں ایک مرد ایک درجن سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکتا ہے۔ شمالی مشرقی ہندوستان کے قبائل مثلاً ناگا وغیرہ کے رسم و رواج کو دستوری حق حاصل ہے، عیسائیوں میں کیتھولک نظریہ کو ماننے والوں میں پادریوں کے بغیر شادی کا تصور نہیں ہے، اگر یکساں سول کوڈ نافذ ہوگا تو ان مختلف مذاہب کے رواجی قوانین پر عمل کرنے والوں میں اضطراب پیدا ہوگا۔

اس لیے یونیفارم سول کوڈ کی تدوین ایک انتہائی ناعاقبت اندیشانہ اقدام ہوگا۔ جس کے نتیجہ ملک میں انتشار اور پھوٹ کا شکار ہوگا۔ لاکمیشن سے ہماری ایک محب وطن کی حیثیت سے مخلصانہ درخواست ہے کہ ایسے کسی قانون کے نفاذ کی جدوجہد نہ کرے، جس سے ملک میں بدامنی پھیلے، انہیں بنیادوں پر ماضی میں ملک کے دانشور طبقوں نے اس کو یکسر مسترد کر دیا تھا۔

Scanned with CamScanner

یونیفارم سول کوڈ ملک کے مزاج اور دستور کی بنیاد کے خلاف

مولانا سہیل احمد ندوی، نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

ملک کے بائیسویں لاکمیشن نے ایک بار پھر یونیفارم سول کوڈ پر انفرادی اور اجتماعی رائے طلب کی ہے، اور ایک مہینہ کا وقت لوگوں کو اپنی رائے بھیجنے کے لیے دیا ہے۔ اس پہلے اکیسویں لاکمیشن نے بھی یونیفارم سول کوڈ پر رائے طلب کی تھی اور بالآخر اس نتیجہ پر پہونچا تھا کہ یونیفارم سول کوڈ ایک غیر مطلوب، غیر ضروری خیال ہے، اور اسی تبصرہ کے ساتھ انہوں نے اپنی رپورٹ حکومت کو سونپ دی تھی۔ مگر پانچ سالوں کے بعد ایک بار پھر بوتل سے اس جن کو باہر نکالا گیا ہے، تاکہ کچھ لوگ اس کا سیاسی فائدہ اٹھاسکیں، یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ کون لوگ اس کا سیاسی فائدہ اٹھائیں گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کا راگ بار بار کیوں الاپا جاتا ہے؟ تو اس کے پیچھے کی وجہ یہ ہے کہ دستور بنانے والوں نے دفعہ 44 کے نام سے دستور میں ایک شیرہ لگا رہنے دیا تھا؛ حالانکہ اس وقت بھی اس پر لوگوں نے اعتراض کیا تھا تو بھیم راؤ امبیڈکر نے یہ کہہ کر لوگوں کی زبان بند کردی کہ کوئی پاگل حکومت ہی ایسا کرنے کا سوچے گی؛ لیکن آزادی کے پچہتر سالوں کے درمیان جتنی مرتبہ یکساں سول کوڈ کا شوشہ چھوڑا گیا، اس سے اندازہ ہوگیا کہ پاگل حکومت کی کمی نہیں ہے۔ ہندوستان کے آئین کا آرٹیکل 44 پورے ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی بات کرتا ہے۔ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا مطلب یہ ہے کہ تمام ذاتی، و مذہبی قوانین کو بالائے طاق رکھ کر شادی، طلاق، وراثت، وقف وغیرہ کے شعبوں پر یکساں لاء وضع کیا جائے گا۔ یہ قانون کسی بھی مذہب یا ثقافت سے متعلق پرسنل لاء کے دائرے میں نہیں رہے گا اور یہ ذات، مذہب، عقیدہ، رنگ و نسل سے قطع نظر تمام افراد کے لیے یکساں ہوگا۔ حالانکہ دستور کی دفعہ 25 سے 28 جو بنیادی حقوق کی دفعات ہیں وہ اس بات کی یقین دہانی کراتی ہیں کہ ہر شخص کو اپنے پسندیدہ مذہب کو قبول کرنے اور اپنے نجی اور عائلی معاملات میں اس کے احکام اور ضوابط پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔ اسی طرح دستور کی دفعہ 13 کی ذیلی دفعہ (2) ریاست کو کسی بھی ایسے قانون کو بنانے سے روکتی ہے جو کہ دستور کی بنیادی دفعہ سے معارض ہو۔ اور یکساں سول کوڈ کا جو تصور ہے وہ نہ صرف دستور کی بنیادی دفعات 25-28 سے معارض ہے بلکہ یہ ملک کے مزاج اور اس کی سیکولر فطرت سے بھی میل نہیں کھاتا ہے۔ اس لیے دستور کی رو سے حکومت کو یہ حق ہی نہیں ہونا چاہئے کہ وہ یکساں سول کوڈ کے نام سے کوئی ایسی کوشش کرے جو دستور کی بنیادی دفعات کے خلاف ہو، لیکن اس کے باوجود حکومتیں یہ جسارت کرتی رہی ہیں اور کر رہی ہیں۔ اور یہ مسئلہ آزادی کے بعد سے ہی ملک کے لوگوں کے درمیان متنازع رہا ہے، جہاں ایک گروہ ہمیشہ اس کی حمایت میں کھڑا رہا اور ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی مانگ کرتا رہا ہے، وہیں مختلف مذاہب، برادریوں، قبائل اور لسانی اور علاقائی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد اس کی بھرپور مخالفت بھی کرتے رہے ہیں۔ مخالفت کی سب سے بڑی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ دفعہ 44 ریاستی پالیسی کے رہنما اصولوں (Directive Principles of State Policy) میں شامل ہے، اور دفعہ 25-28 بنیادی حقوق کی دفعات ہیں۔ رہنما اصول کی بنیاد پر بنیادی دفعات کو ختم نہیں کیا جاسکتا ہے، جہاں تک یونیفارم سول کوڈ کی بات ہے تو اس کا اثر مختلف مذاہب اور قبائل کے پرسنل لاء پر پڑے گا اور وہ بے اثر ہوکر رہ جائیں گے، اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو پرسنل لا کو ختم کرنے کی شروعات انگریزی دور سے ہی شروع ہوگئی تھی، اور انگریزوں کے زمانے میں سب سے پہلا پرسنل لا جو ختم کیا گیا وہ ستی کا رواج (جس میں بیوی کو شوہر کے انتقال پر اس کی لاش کے ساتھ جل جانا ہوتا تھا۔) پھر اس کے بعد برطانوی راج میں ہندوستانی جانشینی ایکٹ 1865، انڈین میرج ایکٹ 1864، ہندو بیوہ کے عقد ثانی کا قانون 1856، شادی شدہ خواتین کی جائداد میں حصہ داری قانون 1923 اور ہندو قانون وراثت 1928 میں بنا جس میں ہندو پرسنل لا میں تبدیلی کی گئی۔ لیکن انگریزوں کے دور میں مسلم پرسنل لا کو نہیں چھیڑا گیا، آزادی کے بعد شروع ہوا مسلم پرسنل لا میں چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ اور نفقہ مطلقہ، متبنیٰ بل وغیرہ کے نام پر مسلم پرسنل لا میں چھیڑ چھاڑ کی کوشش کی گئی جس کی زبردست عوامی مخالفت ہمارے اکابر علماء و قائدین کی دور اندیش اور جرأت مندانہ قیادت میں ہوئی، جس کی بنیاد پر حکومت کو اپنے پیر پیچھے کھینچنے پڑے۔ لیکن بی جے پی کی دور حکومت میں تین طلاق کو غیر موثر اور قابل سزا قرار دینے کا قانون بنا اور اس طرح مسلم پرسنل لاء پر بڑا حملہ کرنے میں حکومت کامیاب ہوئی۔ اس کے خلاف بھی ملک گیر احتجاج ہوا، لیکن بی جے پی کی حکومت اپنے اقتدار کے نشہ میں اس مخالفت کو سننے کو تیار نہیں ہوئی اور قانون بن کر پاس ہوگیا۔ ایک بار مسلم پرسنل لا کو مجروح کرنے کے بعد حکومت کا حوصلہ بڑھ چکا ہے اور وہ یکساں سول کوڈ کے نام سے مکمل مسلم پرسنل لا کو ہی ختم کرنا چاہتی ہے۔ یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ حکومت کا اصل نشانہ مسلمان ہیں، گرچہ "لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں، یہاں پر صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے۔" اگر یکساں سول کوڈ لگے گا تو پریشانی سب کو ہونے والی ہے گرچہ ظاہری نشانہ مسلمان ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ ملک کی دوسری برادریوں کو اس کا احساس نہیں ہے، بلکہ بہت سے قبائل ایسے ہیں جو اس سے پہلے یونیفارم سول کوڈ کی بھرپور مخالفت کر چکے ہیں، اس کے خلاف مضبوط آواز اٹھائی ہے اور اس کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے دیگر اقلیتوں کے ثقافتی اور مذہبی حقوق بھی چھین لیے جائیں گے، جس کا وعدہ آئین کے بانیوں نے ان سے کیا تھا۔ مخالف آوازوں میں ایک بڑی آواز شمال مشرقی ہندوستان میں بسنے والے ناگا قبیلہ کی ہے۔ ناگا اقلیتی برادری بھی یوسی سی کے نفاذ کے آئیڈیا سے پریشان رہی ہے۔ ناگالینڈ بار ایسوسی ایشن نے واضح طور پر خبردار کیا تھا کہ یوسی سی کا نفاذ ناگا لوگوں کی ثقافت اور وقار کے لیے واضح پریشانی کا باعث بنے گا۔ انہوں نے وزیر اعظم کو لکھے گئے خط میں کہا تھا کہ "یہ سماجی خرابی کا باعث بنے گا، اور اگر پورے ملک میں یکساں سول کوڈ متعارف کرایا جاتا ہے، تو یہ ناگاؤں کے لیے بہت ساری مشکلات پیدا کرے گا اور سماجی خرابی کا باعث بنے گا، کیوں کہ ناگاؤں کی ذاتی اور سماجی زندگی ملک کے باقی لوگوں سے بالکل الگ ہے۔" اسی طرح مسلمان بھی ہمیشہ یونیفارم سول کوڈ کے خیال کو مسترد کرتے رہے ہیں، جب اکیسویں لاکمیشن نے یونیفارم سول کوڈ کی بات اٹھائی تھی اور اس کے لیے سوال نامہ بھیجا تھا، تو اس وقت لاء کمیشن کے ذریعہ نکالے گئے سوالنامے کو مسلمانوں کی طرف سے صاف طور پر مسترد کر دیا گیا تھا، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یوسی سی پر لاء کمیشن کے سوالنامے کو مکمل طور پر نظر انداز کیا اور اس کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اس وقت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یونیفارم سول کوڈ کے بارے میں کہا تھا کہ "یکساں سول کوڈ ملک کو تقسیم کرنے والا ہے اور یہ سماجی بدامنی کا باعث بنے گا، نیز یہ آئین کی روح کے خلاف ہے، جو شہریوں کے اپنی ثقافت اور مذہب پر عمل کرنے کے حق کی حفاظت کرتا ہے۔" حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان جیسے متنوع زبانوں اور روایات کے حامل ملک میں، متنوع ثقافت اور روایات کے لوگوں سے یکساں نظام کی بنیاد پر یکساں قوانین پر عمل کرنے کی توقع رکھنا ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ ہندوستان کی شناخت اور اس کی خوبصورتی کثرت میں وحدت کی بنیاد پر ہے، سیکولرزم اور جمہوریت اس کی روح ہے۔ ایس آر بومائی بمقابلہ یونین آف انڈیا کے تاریخی فیصلہ میں۔ معزز سپریم کورٹ نے سیکولرزم کے تصور کی وضاحت اس طرح کی ہے۔ "آئین نے مساوی سماجی نظم قائم کرنے کے لیے سیکولرزم کو اپنی گاڑی کے طور پر منتخب کیا ہے۔ سیکولرزم ہندوستانی سیاسی نظام کے بنیادی قانون اور بنیادی ڈھانچے کا حصہ ہے۔" یکساں سول کوڈ کا ناقابل عمل ہونا اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں تقریباً پندرہ فیصد مسلمان ہیں، اس کے علاوہ سکھ، بودھ، عیسائی اور جین ہیں، مختلف قبائل ہیں، یونیفارم سول کوڈ کو لاگو کرنے کی طرف کسی بھی اقدام کو ان کی طرف سے شدید مخالفت اور تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ ان پر اکثریتی ہندو نظریات مسلط کرنا ان کے ساتھ ناانصافی ہے۔ یہ ایک سیکولر ہندوستان ہے جس کا آئین کے بانیوں نے آئین بناتے وقت وعدہ کیا تھا اور اقلیتیں اسی کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ حکومت کو اقلیتی آبادی کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے اور یونیفارم سول کوڈ کے خیال کو دل سے نکال دینا چاہئے۔

یکساں سول کوڈ کے ڈرافٹ شائع کئے بغیر نوٹس کے ذریعہ اظہار آراء وخیالات کا طلب کرنا غیر مناسب

عبد الوہاب انصاری
(بی۔اے۔ایس، ریٹائرڈ، اے۔ڈی۔ایم)

22ویں لاکمیشن نے مورخہ 14 جون 2023ء کو یکساں سول کوڈ کے بارے میں وسیع پیمانے پر عوام اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے آراء اور خیالات طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ حالانکہ اس سے قبل مارچ 2018 میں 21ویں لاء کمیشن نے غور و خوض کے بعد اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ اس وقت ملک کو یکساں سول کوڈ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن عائلی قوانین کو بہتر بنانے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ لیکن پھر ایک 21ویں لاء کمیشن کی رپورٹ کے پانچ سال بعد 22ویں لاء کمیشن نے مشاورت کا عمل شروع کر دیا ہے۔ کمیشن نے یکساں سول کوڈ پر عوام اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے رائے طلب کرنے کے لئے نوٹس جاری کر دیا ہے۔ لاکمیشن نے اپنی رائے دینے کے لیے 30 دن کا وقت دیا ہے جو تاریخ 14 جولائی تک ہے مگر ان باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے 22ویں لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ پر عوام الناس اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے آراء وخیالات طلب کرنے کے سلسلے میں نوٹس جاری کیا ہے جو بڑا ہی تشویشناک ہے کیونکہ لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ کا کوئی مسودہ شائع نہیں کیا ہے جس پر عوام الناس اور تسلیم شدہ تنظیمیں اپنی آراء وخیالات ظاہر کریں۔ اسلئے یکساں سول کوڈ کا مسودہ شائع کئے بغیر عوام الناس اور مذہبی تنظیموں سے آراء وخیالات جاننے کا پہل کرنا لاکمیشن کا ایک غلط قدم ہے۔

دوسری بات غور کرنے کی ہے کہ جب 21ویں لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ فراہم کرنے کے بجائے امتیازی قوانین سے نپٹنے پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ اس مرحلے پر نہ تو یکساں سول کوڈ ضروری ہے اور نہ ہی مطلوب ہے۔ (A Uniform Civil Code is neither necessary nor desirable at this stage) تو پھر ایسی کیا ضرورت پڑگئی ہے کہ یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کے متعلق لاکمیشن سوچ رہی ہے ان وجوہات کو بھی واضح کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کا ذہن و سوچ و فکر صاف کرنے کی ضرورت ہے کہ انھیں ملک کے آئین کے دفعہ 25 کے تحت جو حق حاصل ہے کہ تمام اشخاص کو آزادئ ضمیر اور آزادی سے مذہب قبول کرنے، اس کی پیروی کرنے کا مساوی حق ہے، یکساں سول کوڈ کا اثر شادی، طلاق، گود لینے، وصیت، سرپرستی، بخشش، وقف، جانشینی اور جائیداد کے حقوق سے متعلق قوانین پر کوئی نہیں پڑے گا۔ اس لئے 21ویں لاء کمیشن کے رپورٹ کے مطابق ملک بھر میں ثقافت اور مذہب کے مختلف پہلوؤں کو دیکھنا بھی ضروری ہوگا اور لاکمیشن کو یقین دہانی کرانا چاہیے کہ آئین کے دفعہ 25 سے حاصل حق نہیں چھینا جائے گا۔ لاکمیشن کو ان سوالوں کا بھی جواب دینا چاہیے تاکہ لوگوں کے خدشات دور ہوسکیں۔

اس لئے لاکمیشن سے گزارش اور اپیل ہے کہ مجوزہ یکساں سول کوڈ پر عوام الناس اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے آراء وخیالات حاصل کرنے کے پہلے مجوزہ یکساں سول کوڈ کا ڈرافٹ سبھی لوگوں کی جانکاری کے لئے شائع کیا جائے اور تب پھر سے 30 دنوں کا اظہار خیال کے لئے وقت دینا چاہیے ایسا نہ کرنا قدرتی انصاف کے خلاف ورزی (Violation of Natural Justice) ہے۔

Scanned with CamScanner

یونیفارم سول کوڈ کی دستوری حیثیت

وصی احمد قاسمی، نائب قاضی مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ

ہندوستان مختلف تہذیبوں اور متعدد مذاہب کے ماننے والوں کا ملک ہے، یہاں کی خمیر میں ''مذہب'' شامل رہا ہے۔ مختلف مذاہب اور ثقافتوں پر یقین رکھنے والے پوری آزادی کے ساتھ اس ملک میں اپنے مذہب پر عمل کرتے رہے ہیں۔ ہندوستان میں جب تک مسلم حکومت قائم رہی مختلف مذہب کے ماننے والوں کے معاملات اس کے مذہب کے مطابق طے کئے جاتے رہے۔ انگریزوں کے دور حکومت میں بھی مسلم پرسنل لاء کو دستور میں جگہ دی گئی اور جب ہندوستان آزاد ہوا اور اس ملک کا نیا دستور بنا تو اس میں بھی مسلم پرسنل لاء کی قانونی حیثیت تسلیم کی گئی اور قانون سازوں نے دستور ساز اسمبلی میں صاف طور پر اعلان کیا کہ مسلم پرسنل لاء میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کیجائے گی۔

یونیفارم سول کوڈ (یکساں شہری قانون) سے مراد ایسے قوانین ہوا کرتے ہیں جو کسی بھی مخصوص خطہ زمین پر آباد لوگوں کی سماجی اور عائلی زندگی کے لئے بنائے گئے ہوں، اس کے نفاذ میں کسی مذہب یا سماجی رسم ورواج کی رعایت کئے بغیر تمام لوگوں کے لئے ایک قانون ہوتا ہے۔ اس قانون کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی اپنے شخصی (نجی) معاملات نکاح، طلاق، وراثت، ہبہ، وقف، وصیت اور حضانت وغیرہ کو مسلم پرسنل لاء کے علاوہ دوسرے قوانین کے تحت انجام دینا ہوگا جو قرآن وسنت کے عین خلاف ہے، اس لئے کہ قانون شریعت اور مسلم پرسنل لاء کا بنیادی مأخذ قرآن وسنت ہے، یہ قرآن بلا امتیاز تمام انسانوں کے لئے مقتداء وپیشوا ہے گویا قرآن کریم ہی بنیادی دستور ہے اور یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کی صورت میں مسلمانوں کو قرآنی دستور سے دستبردار ہونا پڑیگا، جبکہ ملک کے آئین دفعہ ۲۵ کے آرٹیکل (۱) میں ہے'' تمام اشخاص کو آزادی ضمیر اور آزادی سے مذہب قبول کرنے، اس کی پیروی اور اسکی تبلیغ کا مساوی حق دیا گیا ہے، بشرطیکہ امن عامہ، صحت عامہ اور حصہ کی دیگر توضیحات متاثر نہ ہوں'' (بھارت کا آئین:۵۱) دفعہ ۲۵ کا تعلق دستور کے بنیادی حق سے ہے اور ماہرین قانون کا عام رجحان یہی ہے کہ'' بنیادی حقوق کے دفعات زیادہ اہم اور مکمل قانون ہیں، رہنما اصول کی حیثیت کمزور ہے اسے مکمل قانون نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح سیکولرزم کو بنیاد بنا کر یونیفارم سول کوڈ کی حمایت کرنا بھی بے بنیاد ہے، سیکولرزم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذہبی آزادی چھین لی جائے بلکہ سیکولرزم کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا اور نہ ہی حکومت کسی مذہب کی طرفدار ہوگی بلکہ تمام مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ حکومت کا رویہ یکساں رہے گا جیسا کہ بنیادی حقوق کے دفعہ ۲۵ سے واضح ہوتا ہے۔ قومی یکجہتی کا بھی سیکولرزم سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ جن مسائل کا تعلق انسان کی شخصی زندگی سے ہے اس کی بنیاد پر آج تک ہندوستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ نکاح، طلاق، وراثت، ہبہ اور اس طرح کے معاملات دو فرقوں کے درمیان نہیں ہوا کرتے۔ البتہ دو فرقوں کے درمیان شادی (جو یکساں سول کوڈ کا ایک دفعہ بن سکتا ہے) سے ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوگی، اس لئے یکساں سول کوڈ کا نفاذ ملک کے شہریوں کے مابین دوستی اور خیر سگالی کا ذریعہ بننے کے بجائے افتراق وانتشار کا سبب بن سکتا ہے جو ملک کے داخلی اور خارجی سلامتی کے مفاد میں نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ مختلف مذہبوں کے ماننے والے ہندوستانیوں کا مزاج ایک قومی دھارے کو برداشت نہیں کرسکتا، یہاں کے باشندے مذہبی جذبات سے سرشار ہیں، جب اپنی تہذیب اور رسم ورواج کو مٹتا ہوا دیکھیں گے تو ان کی جانب سے ردعمل یقینی ہوگا وہ اس کے خلاف آواز بلند کریں گے جس سے قومی یکجہتی کو شدید نقصان پہونچے گا اور ملک ترقی کے بجائے پستی اور تباہی کے راستہ چلا جائے گا جو کہ ہر امن پسند شہری اور ملک کے معماروں کے لئے ذہنی کرب اور طبعی کشمکش کا باعث ہوگا۔

یکساں سول کوڈ ملک کی سالمیت کے لئے خطرہ

مولانا احمد حسین قاسمی مدنی، معاون ناظم امارت شرعیہ پٹنہ

ہمارا وطن عزیز'' بھارت'' ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے، صدیوں سے ہم یہاں رہتے آرہے ہیں، ہم نے ہمیشہ اس کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور اس کی آزادی کی خاطر ہم نے اپنے لاکھوں بزرگوں اور عزیزوں کو قربان کیا ہے، اس ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے میں سبھی مذاہب کے ماننے والوں کی بے نظیر قربانیاں شامل ہیں، یہی وجہ ہے کہ آزادی کے بعد جب اس ملک کا دستور ترتیب دیا گیا تو اس قانون ساز کمیٹی میں اہم مذاہب کے کشادہ نظر دانشوروں اور ماہرین قانون کو شریک کیا گیا اور انہوں نے دنیا کے بڑے جمہوری ممالک کے دستور کا گہرا مطالعہ کیا، جس کے نتیجہ میں بڑی عرق ریزی کے بعد ملک کا ایک معتدل آئین ترتیب دیا۔

جس میں سبھی طبقات اور مذاہب کے لوگوں کی تہذیبی اقدار اور مذہبی روایات کا خیال رکھا گیا اور اس میں تمام شہریوں کو انسانی، مذہبی، لسانی اور سماجی بنیادوں پر حقوق فراہم کیے گئے، اسی طرح مسلمانوں کے لئے ملک کے دستور میں لکھ دیا گیا کہ وہ اپنی عائلی معاملات اور وقف وغیرہ سے متعلق مقدمات اگر سرکاری عدالتوں میں لے جائیں اور دونوں فریق مسلمان ہوں تو عدالتیں اسلامی رو سے ہی فیصلے کریں گی، انہیں قوانین کے مجموعہ کو مسلم پرسنل لاء کہا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں کا آئینی اور بنیادی حق ہے یہی وجہ ہے کہ دستور ہند میں مذہبی آزادی ان بنیادی حقوق میں شامل ہے جسے ہر صورت آئین میں دیے گئے'' رہنما اصول'' پر فوقیت حاصل ہے اور جس کو یہاں کے مختلف مذاہب اور طبقات کے لوگ اپنی معاشرتی زندگی کی اساس تصور کرتے ہیں وہ کسی طرح اپنی مذہبی اور قبائلی روایات سے دستبردار نہیں ہو سکتے، یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو چیز کسی مذہب اور تہذیب کا حصہ ہو اس کے پیروکاروں کا اس سے جذباتی لگاؤ ہوتا ہے، جس کیلئے وہ کوئی سمجھوتا نہیں کرسکتے بلکہ اس کی حفاظت کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے ہیں اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ دین اسلام فقط چند مخصوص عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ عبادات ہی کی طرح معاملات اور معاشرتی امور دین کا اٹوٹ حصہ ہیں، جن کو مسلمان چاہ کر بھی خود سے تبدیلی نہیں کرسکتے اور افسوس اس نزاکت کو اہل حکومت سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

یکساں سول کوڈ کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ اس ملک میں مسلمان اور دیگر اقلیتوں کو اپنے دین ومذہب پر عمل کرنے کی آزادی نہیں ہے انہیں اپنے مذہبی رسومات اور معاشرتی امور دوسروں کی ہدایات اور قوانین کے مطابق انجام دینے ہوں گے، خصوصاً مسلمانوں کو اسلامی ہدایات کے خلاف نکاح، طلاق، عدت، نفقہ، ولایت، رضاعت، حضانت، ہبہ، وراثت اور وقف جیسے مذہبی امور کو غیر اسلامی طریقے پر انجام دینا ہوگا، اسی طرح دوسرے مذاہب اور قبائلی حضرات کا حال ہوگا، پھر مذہبی رسومات دینی اقدار، سماجی تنوع اور تہذیبی آزادی کا دم گھٹ کر رہ جائے گا اور بالآخر یہاں کے شہریوں کو اپنے رسم ورواج اور مذہبی قوانین سے محروم ہونا پڑے گا، پھر اس ملک میں پرسنل لاء کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ اگر اس ملک میں دیکھا جائے تو یہ ارتداد کی جبری شکل ہے جسے گھر واپسی سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے جو یقیناً مسلمان اور دوسری اقلیتوں کے لئے ناقابل قبول ہے، اس قانون کے نتیجے میں اتحاد اور ہم آہنگی کی بنیاد ختم ہو جائے گی اور ملک بحران کا شکار ہو جائے گا، جب اس جمہوری ملک میں یہاں کی تمام مذہبی اکائیوں کو ان کے انسانی اور مذہبی حقوق محفوظ دکھتے نظر نہیں آئیں گے تو ظاہر ہے کہ ملک میں ہر طرف عدم تحفظ اور محرومی کی فضا پیدا ہوگی اور ملک کا سماجی اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا، قومی یکجہتی اور وطنی ہم آہنگی صرف لفظوں اور نعروں تک محدود ہو کر رہ جائیگی، اکثریتی طبقہ کے علاوہ ملک کے اندر جو کروڑوں کی تعداد میں اقلیتیں موجود ہیں جب وہ اپنے مذہبی تقدسات اور ثقافتی روایات کا تانا بانا بکھرتا دیکھیں گی تو ان میں اکثریتی طبقہ کے تئیں نفرت اور دوری کے جذبات پیدا ہوں گے جس سے سب سے زیادہ نقصان ملک کی سالمیت کو پہونچے گا، جس کی مثال دنیا کی مختلف ملکوں میں ہم دیکھ چکے ہیں اور بدقسمتی سے ملک کی بعض ریاستوں میں بھی کبھی کبھار ایسا سانحہ دیکھنے کو ملتا رہتا ہے، یقینی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس ملک میں اتحاد اور ہم آہنگی کی بنیاد مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو دیے گئے ان کی مذہبی ومعاشرتی آزادی میں مضمر ہے، جس کی وجہ سے اپنائیت اور حب وطن کا احساس زندہ ہے اگر کسی طبقہ کے دین ومذہب اور ثقافت وروایت سے چھیڑ چھاڑ کیا جائے گا؛ تو دلوں میں دوریاں پیدا ہوں گی۔ اس ملک میں پہلے سے پیدا شدہ سماجی، معاشی اور اقتصادی وتعلیمی مسائل کیا کچھ کم ہیں کہ مرکزی حکومت صرف اپنے وقتی سیاسی مفاد کے لئے ایک ایسے تباہ کن قانون کو لارہی ہے، جس سے پورا ملک پریشان ہوگا اور خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوگی اور ملک داخلی وخارجی سطح پر دوسرے ممالک سے کمزور ہو جائے گا اور ترقی کی راہیں بند ہو کر رہ جائیں گی۔ اسی لئے لاء کمیشن آف انڈیا اور مرکزی حکومت سے گذارش ہے کہ یکساں سول کوڈ جیسے ناقابل عمل قانون کا قضیہ کو بند کرے اور کرنے کے کاموں کو اپنا ہدف بنائے اور ملک کی ہم آہنگی اور معاشی مسائل کے حل پر اپنی توجہ مرکوز کرے۔

ہندوستان میں تین باتوں کی ضرورت

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

اس وقت ہندوستان میں تین باتوں کی اشد ضرورت ہے اور یہی ایسی ضرورت ہے جس کو انجام دے کر ہم اللہ اور رسول کی خوشنودی حاصل کر کے کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں:

۱- مسلمانوں میں دینی احساس وشعور پیدا کرنا اور اللہ سے ان کے تعلق کو جوڑنا، یہی اصل بنیاد ہے اور یہ اس فیصلہ کے ساتھ کیا جائے کہ ہم کو اسلام پر مرنا اور جینا ہے، ہم کوئی بھی کام کریں، تعلیمی ہو یا اقتصادی، مسلمان ہونے کے احساس اور مسلمان رہنے کے فیصلہ کے ساتھ کریں۔

دولت آفرینی کے جنون سے کوئی جگہ خالی نہیں، ہر جگہ دولت پرستی، دولت آفرینی اور مادیت کا جنون شباب پر ہے، ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم مسلمان ہوں، ہم میں اللہ سے تعلق پیدا کرنے کی تڑپ ہو، وہ تڑپ جو ہم سے پہلے مسلمانوں کو دیوانہ وار پھرایا کرتی تھی، اب ہم میں وہ تڑپ نہیں، مثلاً کھانے کی لذت کھانے میں نہیں، بلکہ آپ میں قوت ذائقہ ہو، وہ اشتہا جو چاہئے، اگر اشتہا نہ ہو کسی کھانے میں کچھ فرق نہیں، ہمارے اندر جو چیز کم ہے وہ اشتہا ہے، اگر اشتہا پھر جاگ اٹھے تو ہم ویسے ہی دیوانہ وار گھومیں۔

۲- دوسرا مسئلہ مسلمانوں کی تعلیم کا ہے، یہ بڑا اہم ہے، اگر مسلمانوں نے اپنی دینی تعلیم کو اپنے اندر برقرار نہ رکھا تو موجودہ نظام تعلیم مسلمانوں کو علم وہدایت سے محروم کر دے گا اور ہمارے ہاتھوں ہماری مسلم نسل مفقود ہو جائے گی، موجودہ نظام تعلیم خالص برہمنی اور مادیانہ ہے، اس کو پڑھ کر ان بچوں کا کیا ذہن بنے گا جو مستقبل کے رہبر بننے والے ہیں؟ رائے عامہ بہت بڑی طاقت ہے، ہمیں اس کے خلاف احتجاج کرنا ہے، ہندوستان میں اسلام کو باقی رکھنے کے لئے ابتدائی مکاتب اور پرائمری مکاتب کا جال بچھانا ہوگا۔

۳- تیسرا مسئلہ ہماری فکری وذہنی تربیت کا ہے، صالح انسانوں سے رابطہ پیدا کر کے بزرگان دین کی مصاحبت سے فکری وذہنی تربیت حاصل کرنا ضروری ہے، اس تربیت کے اثرات فوری نہیں ہوتے، مثلاً جب زمین میں بیج ڈالا جاتا ہے تو ابتدائی مراحل میں اس کے کچھ اثرات نہیں ملتے، لیکن بعد میں وہی ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

Scanned with CamScanner

کرناٹک کے بعد آئندہ انتخابات کی پالیسی کیا ہونی چاہیے

ڈاکٹر محمد منظور عالم

جمہوریت میں سب سے بڑی طاقت عوام کی طاقت ہے، اقتدار کس کے پاس رہے گا، کس پارٹی کی حکومت ہوگی اس کا فیصلہ عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے لیکن عملی طور پر اس کا مظاہرہ اسی وقت سامنے آتا ہے جب عوام میں شعور ہوتا ہے، بیداری ہوتی ہے، عوام کو اپنے حقوق اور ووٹنگ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب عوام کو اپنے ووٹ کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے تو اس کا صحیح استعمال کیا جاتا ہے اور ایک ایسی پارٹی کو اقتدار سونپا جاتا ہے جو عوام کیلئے فکر مند ہوتی ہے، ملک کا ماحول پرامن رکھتی ہے، رعایا کے حقوق کا احترام کرتی ہے لیکن جب عوام کو اپنے اختیارات اور ووٹ کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا ہے تو اس کا غلط استعمال ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے کئی مرتبہ نااہل اور فرقہ پرست لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے پورا ملک اور صوبہ تباہی و بربادی کا شکار ہوجاتا ہے۔ عوام کو اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، پریشانیوں اور دقتوں کے ساتھ زندگی گزارنی پڑتی ہے لیکن اچھی بات یہ ہوتی کہ جمہوریت میں اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا ہر پانچ سال پر موقع بھی مل جاتا ہے جس کا فائدہ کرناٹک کی عوام نے اچھی طرح اٹھایا اور اپنی گذشتہ غلطیوں کی سدھار کرتے ہوئے فرقہ پرست پارٹی کو دوبارہ اقتدار میں نہیں آنے دیا۔

کرناٹک کا انتخاب بہت اہم تھا، ایک طرف فرقہ پرستی کی بنیاد پر سیاست کی جارہی تھی، مذہب کے نام پر ووٹ مانگا جارہا تھا، مسلمانوں سے نفرت پیدا کرکے الیکشن جیتنے کی تیاری کی گئی تھی، حجاب پر پابندی لگا کر الیکشن میں ووٹ ملنے کی امید ظاہر کی گئی تھی، مسجدوں اور اوقاف کی جائیداد پر قبضہ کرکے الیکشن کا راستہ اختیار کیا گیا تھا لیکن کرناٹک کے عوام نے ذمہ داری اور سمجھداری کا مظاہرہ کیا، مذہب کے نام پر کی جانے والی سیاست کو مسترد کردیا، مسلمانوں سے نفرت کی بنیاد پر ووٹ مانگنے والوں کو واضح طور پر جواب دیا اور اس پارٹی کے حق میں ووٹ کا استعمال کیا جس نے سیکولرزم کے ایجنڈا پر سیاست کی، عوام کو روزگار دینے، مہنگائی سے نجات دینے، فرقہ پرستی کو ختم کرنے اور سبھی کو ساتھ لیکر چلنے کا وعدہ کیا۔ کرناٹک کے عوام کی یہ سمجھداری، ان کا انتخابی شعور اور ذمہ دارانہ ووٹنگ قابل مبارکباد ہے اور پورے ملک کیلئے ایک آئیڈیل ہے۔ فرقہ پرستی، اسلاموفوبیا، مہنگائی، بے روزگاری خواتین اور انسانی حقوق کی پامالی جیسے سنگین مسائل سے صرف کرناٹک نہیں بلکہ پورا ملک دوچار ہے۔ ہر جگہ عوام کو ایسے ہی مسائل اور دشواریوں کو سامنا ہے۔ ایسے میں عوام کو کرناٹک کے انتخابات سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ الیکشن میں مذہب، فرقہ اور ذات پات سے اوپر اٹھنے کی ضرورت ہے تبھی ریاست اور ملک کی ترقی کے راستے ہموار ہوسکتے ہیں۔ جس طرح کرناٹک کے عوام نے میسج دیا ہے کہ مذہب کے نام پر ووٹ کرنے والے عوام کو تقسیم کرتے ہیں، وہ ریاست کی ترقی کی فکر نہیں کرتے ہیں بلکہ صرف ہندو مسلمان کے نام پر نفرت پھیلا کر ووٹ مانگتے ہیں ایسے لوگوں کو اب اقتدار میں نہیں رہنا چاہیے کہ کیوں کہ عوام کا مسئلہ مہنگائی و بے روزگاری کا خاتمہ، امن وسلامتی اور آپسی بھائی چارہ کا فروغ، تعلیم کے مواقع، خواتین کے حقوق کی بحالی اور دوسرے مسائل ہیں۔

کرناٹک کے عوام نے بہت امنگوں اور جذبات کے ساتھ کانگریس کو ووٹ دیکر سرکار بنائی ہے اور توقع سے بڑی کامیابی ملی ہے اس لئے اب برسر اقتدار پارٹی اور وزیر اعلی کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام سے کئے گئے وعدوں کو پورا کریں، ریاست میں امن وسلامتی کی بحالی کو یقینی بنائیں، شرپسند عناصر کے خلاف سخت ایکشن لیں، پولس محکمہ کو ہدایت دیا جائے کہ فرقہ پرستی اور اشتعال انگیزی کے واقعہ پر سخت نظر رکھی جائے، اسلاموفیا کو بڑھاوا دینے والوں، نفرت بھڑکانے والوں اور ماحول خراب کرنے والوں کے خلاف کاروائی کریں۔ ایسے عناصر پر پابندی لگائیں۔

کرناٹک جنوبی ہند کی سب سے اہم ریاست ہے جہاں کانگریس پر ایک مرتبہ پھر عوام نے بھروسہ جتایا ہے اور اقتدار میں پہونچایا ہے، آئندہ دنوں میں راجستھان اور مدھیہ پردیش سمیت کئی ریاستوں میں انتخابات ہونے ہیں اس کے بعد سال 2024 میں عام انتخابات ہوں گے۔ اس لئے کانگریس کو ابھی سے اپنی پالیسی بھی بنانی ہوگی، کرناٹکا میں جس طرح کانگریس نے پالیسی بنائی ہے اس کا پورے ملک میں تجربہ کیا جاسکتا ہے اور یہ کانگریس کے حق میں بہتر ہوسکتا ہے۔ کرناٹکا میں کانگریس عوام سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرکے دیگر ریاستوں اور لوک سبھا انتخابات میں بھرپور فائدہ اٹھا سکتی ہے لیکن اگر کانگریس نے یہاں کوتاہی کی، سستی سے کام لیا، عوام سے کئے گئے وعدوں کو پورا نہیں کیا تو پھر آئندہ انتخابات میں نقصان اٹھانا ہوگا مخالف پارٹیاں کانگریس کے خلاف مہم چلانے میں بڑی حد تک کامیاب ہوسکتی ہے۔

منتخب حکومت کی ترجیحات میں لاءاینڈ آڈر کو بہتر بنانا، سبھی کیلئے انصاف، مساوات، آزادی اور بھائی چارہ فراہم کرنا سرفہرست ہونا چاہیے، قانون کا احترام اور اس کا خوف عوام کے درمیان پیدا کیا جائے، پولس انتظامیہ اپنی قانون کی حکمرانی کو یقین بنائے، دستور کی حکمرانی میں عوام کو حوصلہ ملتا ہے، ملک ترقی کرتا ہے اور پورا سماج آگے بڑھتا ہے، کیوں کہ کسی کے ساتھ بھید بھاؤ نہیں ہوتا ہے، کسی کو کسی طرح کی زیادتی اور پریشانی لاحق ہونے کا مسئلہ نہیں رہتا ہے۔ اس لئے سبھی کو ساتھ لیکر چلنا، ہندو اور مسلمانوں کے درمیان پیدا کئی گئی نفرتوں کو ختم کرکے بھائی چارہ کا ماحول قائم کرنا بنیادی ایجنڈا ہونا چاہیے تاکہ ریاست ترقی کرسکے، عوام چین وسکون کے ساتھ اپنے کام کو انجام دے، روزگار کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے، غریبوں اور کمزوروں کا خاص خیال رکھا جائے۔ عوام کے مسائل اور ضروریات کو پورا کرنے والی حکومت ہمیشہ عوام کی نظروں میں مقبول بنتی ہے اور آئندہ کیلئے حکومت کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ کیوں کہ عوام سمجھدار، ذی شعور اور فکرمند ہیں۔

امریکہ میں اسرائیل کے خلاف نفرت

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

یہودی چار اسباب سے آج دنیا کی خوش قسمت ترین قوم ہے، سب سے زیادہ دولت ان کے پاس ہے، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ افراد بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں، یہ دنیا کا ذہین ترین اور چالاک ترین گروہ ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے ہونے کے ناطے دنیا بھر کا حسن اس قبیلے میں امڈ آیا ہے۔ ان اسباب کے باعث انہیں دنیا میں عزت والا اور احترام والا ہونا چاہیے تھا کیونکہ بہر حال یہ چاروں صفات عزت و احترام کے کسی بھی دنیاوی ترازو میں بہت وزن رکھتی ہیں۔ جب کہ حیرت انگیز امر ہے کہ یہ لوگ صرف آج کی دنیا میں ہی نہیں، بلکہ تاریخ انسانی میں ہمیشہ نفرتوں، حقارتوں غیظ وغضب کا شکار اور ہمیشہ دھتکارنے کے ہی مستحق گردانے گئے ہیں۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن اول وآخر وجہ قرآن کی یہ آیت کریمہ ہے کہ (سورۃ بقرہ: 61) ''اور ان (یہودیوں) پر ذلت ومسکنت طاری کردی گئی، اور وہ اللہ تعالی کے غضب میں آگئے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالی کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنے لگے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کرتے تھے اور (حدود شریعت) سے آگے نکل نکل جاتے تھے''۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حکومت اور عوام کو مملکت اسرائیل کی وجہ سے جس عالمی خفت وندامت کا سامنا ہے اس سے ہر ذی شعور اچھی طرح واقف ہے۔ اب شہریوں کے ہاں اندر ہی اندر پکنے والا لاوا کہیں کہیں سے نکلنے لگا ہے اور یہودیوں کے خلاف یہ نفرت اگلی نسل میں زبردست قسم کا ردعمل لے کر سامنے آرہی ہے۔ سی این این کے مطابق امریکی ادارے (ADL Anti-Defamation League) نے 2022 کی جو رپوتاژ شائع کی ہے اس میں یہودیوں کے خلاف جرائم سے متعلق 3697 مقدمات درج کیے گئے ہیں جو 1971 کے بعد سب سے زیادہ ہیں اور گزشتہ سے پیوستہ سال کی نسبت 36 فیصد سے بھی زائد ہیں۔ اسی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ یہ جرائم گزشتہ چھ سالوں میں تین گنا تک بڑھ چکے ہیں۔ ADL کی رپورٹ میں تفصیل بتایا گیا کہ ایرزونا یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالب علم نے گزشتہ اکتوبر میں اپنے عقیدے کے مطابق ایک پروفیسر کو صرف اس لیے قتل کردیا کہ وہ یہودی تھا۔ اس سے قبل سٹین فورڈ یونیورسٹی میں یہودیوں کے خلاف ایک تصویری نمائش کا انعقاد کیا گیا جس کے ذمہ داروں کے تعین کیلئے خلاف مقامی پولیس کو باقاعدہ ایک تفتیش منعقد کرنی پڑی۔ سی این این کے مطابق یہودیوں کی تنظیم The World Jewish Restitution Organization (WJRO) کے سربراہ مارک ویٹز یمان نے اعتراف کیا ہے کہ ابھی بھی بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہودیوں کے خلاف بے پناہ نفرت موجود ہے۔ دی ٹائمز آف اسرائیل نے تو محض ایک ماہ کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صرف نیویارک شہر میں 2023 کے مئی میں سب سے زیادہ جرائم یہودیوں کے خلاف ہی لکھوائے گئے ہیں۔ اسی اخبار نے لکھا ہے کہ سال 2023 کے آغاز سے اب تک سو سے زائد جرائم میں یہودیوں کو نقصان پہنچایا جاچکا ہے۔ جب کہ مقامی یہودیوں کا کہنا ہے کہ کئی جرائم تو لکھوائے ہی نہیں گئے، گویا اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ان جرائم میں یہودیوں کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے، ان کی املاک کو نقصان پہنچایا جاتا ہے، دیواروں پر ان کے خلاف نفرت انگیز مواد تحریر کیا جاتا ہے، ان کا پیچھا کیا جاتا ہے اور کہیں کہیں تو انہیں زدوکوب اور قتل تک بھی کردیا جاتا ہے۔ دی ٹائمز آف اسرائیل کے مطابق خاص طور پر ان یہودیوں کو نشانے پر لیا جاتا ہے جو مذہبی لباس میں ہوتے ہیں اور بآسانی پہچان لیے جاتے ہیں۔ امریکی ادارے FBI نے بھی اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ اس وقت امریکی عوام میں اقلیتیوں میں سب سے زیادہ نفرت کے حق دار یہودیوں کو ہی گردانا جاتا ہے۔ امریکی نوجوانوں کے مختلف گروہوں نے اپنی تنظیمیں بنا رکھی ہیں جو یہودی اقلیت کو بہانے بہانے سے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ یہودیوں کی دلجوئی کیلئے گزشتہ دنوں نیویارک کے رئیس البلدیہ نے ان کے ساتھ ایک عوامی تقریب میں اظہار یکجہتی بھی کیا ہے لیکن اس کے باوجود امریکی اداروں کے متعدد تجزیوں اور مستقل رپوتاژ میں یہودیوں کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرتوں کو تفصیل سے اور اعداد وشمار کی بڑھوتری کے ساتھ بتایا جاتا ہے۔ ان حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکی حکمران اور امریکی عوام کے درمیان مملکت اسرائیل کے باعث فاصلے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ گویا دشمن جو کھیل مسلمان ممالک میں کھیل رہا تھا اس کے نتائج اسی کے ہاں برآمد ہورہے ہیں۔

اہل مغرب نے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق ان یہودیوں کی نسل ہی ختم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اللہ تعالی نے عبرت کے اس نشان کو تاقیامت زندہ رکھنا ہے۔ جرمنی کی قیادت یہودیوں کے قتل عام میں شاید عوامی حمایت سے محروم تھی، لیکن اب امریکہ میں عوام کے سینوں میں پکنے والا طوفان جب پھٹ پڑے گا تو یہ اپنی مقدار میں یورپ کے کے مرگ انبوہ (ہولوکاسٹ) سے بلا مبالغہ بیسیوں گنا بڑا اور بہت خوفناک اور اندوہناک ہوگا۔ ان یہودیوں کے منصوبوں نے پوری دنیا پر غربت اور جہالت مسلط کررکھی ہے، مشرق سے مغرب تک ایک عام نفرین ہے ان کے خلاف اور ان بنی اسرائیل کی ضد اور ہٹ دھرمی کا حال یہ ہے اتنے بڑے ردعمل کے باوجود ان کے ناپاک ارادوں میں کوئی کمی نہیں آئی اور اسی طرح انسان دشمنی میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ پوری دنیا عام طور پر اور فلسطینی مسلمان خاص طور پر ان کی شقاوت قلبی کا شکار ہیں۔ قرآن مجید نے بہت برمحل تبصرہ کیا ہے (سورۃ بقرہ) ''آخرکار تمھارے دل سخت ہوگئے، پتھروں کو طرح سخت، بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے کیونکہ پتھروں میں سے تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ بہتے ہیں، کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے، اور کوئی خدا کے خوف سے لرز کر گر پڑتا ہے۔ اللہ تمھارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے''۔

Scanned with CamScanner

اپوزیشن اتحاد کیا رنگ لائے گا؟

پروفیسر مشتاق احمد

جب بہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار نے حکمراں جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کے خلاف اپوزیشن کو متحد کرنے کی مہم شروع کی تھی تو یہ قیاس آرائیاں ہونے لگی تھیں کہ یہ مہم ثمرآور نہیں ہوگی کیوں کہ ماضی میں بارہا اس طرح کی کوششیں ہوئی ہیں اور ناکام رہی ہیں، لیکن اب جب کہ 23 جون کو بہار کی راجدھانی پٹنہ میں ملک کی تمام بڑی اپوزیشن جماعتیں میٹنگ میں شامل ہوئیں اور مرکزی حکمراں جماعت کے خلاف صف بند ہوکر وزیراعظم نریندر مودی کی ناکامیوں کو عوام الناس کے سامنے مضبوطی کے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا تو اب وہ تمام لوگ جو نتیش کمار کی اس مہم کے نکتہ چیں تھے وہ بھی نتیش کی سیاسی بصیرت وبصارت کے قائل ہوگئے ہیں۔ واضح ہو کہ نتیش کمار کی اسی مہم کی وجہ سے حالیہ نیتی آیوگ کی میٹنگ میں ملک کے گیارہ وزیراعلیٰ نے شرکت نہیں کی اور پھر پارلیامنٹ کی نوتعمیر عمارت کے افتتاح کا بھی بائیکاٹ کیا ہے۔ اگرچہ نوتعمیر پارلیامنٹ کی عمارت کے افتتاحی اجلاس سے اپوزیشن کے دور رہنے کی وجہ کچھ اور بتائی جارہی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اب ملک کی تمام چھوٹی بڑی غیر بھاجپائی سیاسی جماعتیں آئندہ پارلیامانی انتخابات کے مدنظر صف بند ہورہی ہیں۔ حال ہی میں نتیش کمار نے کانگریس لیڈر راہل گاندھی اور پارٹی کے قومی صدر کھڑگے سے مل کر یہ پیغام دیا ہے کہ اب کانگریس بھی چاہتی ہے کہ آئندہ پارلیامانی انتخابات میں اپوزیشن متحد ہوکر مقابلہ کرے۔ دہلی کے وزیراعلیٰ اروند کیجریوال کا ساتھ ملنے سے بھی یہ اتحاد قدرے مستحکم ہوا ہے کہ دہلی اور پنجاب میں عاپ کی حکومت ہے اور قومی سطح پر بھی اس کے کارکن فعال ہیں، بہر کیف! اب یہ طے ہوچکا ہے کہ آئندہ پارلیامانی انتخابات میں ایک کے مقابلے ایک امیدوار کا نسخہ آزمایا جائے گا تاکہ غیر بھاجپائی ووٹوں کے انتشار کو روکا جاسکے۔ نتیش کمار اس مہم کے آغاز میں ہی اپنا موقف واضح کرچکے ہیں کہ پارلیامانی انتخابات سے پہلے وزیراعظم کے امیدوار کے اعلان کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ جب ہم موجودہ حکمراں جماعت کو حکومت سے بےدخل کرنے میں کامیاب ہوں گے تو خودبخود یہ فیصلہ کرنا آسان ہوجائے گا کہ کون سی پارٹی ملک کی قیادت کرے گی اور کس پارٹی کے لیڈر وزیراعظم کے امیدوار ہوں گے۔ نتیش کمار نے بارہا یہ بھی کہا ہے کہ اپوزیشن کے پاس ملک کی قیادت کرنے والے لیڈران کی کمی نہیں ہے۔ درجنوں ایسے لیڈران ہیں جنہیں ایک دہائی سے زیادہ ریاستوں کی قیادت کرنے کا تجربہ ہے اور قومی سیاست میں بھی فعال رہے ہیں۔ غرض کہ ان کا اشارہ واضح ہے کہ اگر اپوزیشن اپنی اس مہم میں کامیاب ہوجاتی ہے کہ آئندہ پارلیامانی انتخاب میں حکمراں جماعت کو حکومت سے بےدخل کردیتی ہے تو اپوزیشن کے درمیان لیڈرشپ کا کوئی بحران نہیں رہے گا۔ حال میں کانگریس کی طرف سے جو اشارہ ملا ہے وہ بھی خوش آئند ہے کہ وہ قومی سیاسی جماعت ہونے کے باوجود نتیش کمار کی قیادت میں اپوزیشن اتحاد کا حصہ بنی ہے اور قومی لیڈرشپ کا فیصلہ بھی نتیش کمار کے اوپر چھوڑ رکھا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پارلیامانی انتخاب میں شمالی ہند کا ایک بڑا کردار ہوتا ہے کہ پارلیامانی سیٹوں میں شمالی ہند کی نصف حصہ داری ہے۔ بالخصوص اترپردیش، بہار، بنگال، مدھیہ پردیش، راجستھان اور جھارکھنڈ میں اگر اپوزیشن اتحاد قائم ہوجاتا ہے تو ملک کی سیاسی تصویر بدلنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اس لئے نتیش کمار نے اترپردیش میں سماجوادی پارٹی کے لیڈر اکھلیش یادو کو بھی اس بات کے لئے راضی کرلیا ہے کہ وہ کانگریس کے ساتھ مل کر قدم بڑھائیں اور کانگریس کو بھی اشارہ دے دیا ہے کہ اترپردیش میں اکھلیش کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں تک مایاوتی کا سوال ہے تو اب اس کا ووٹ بینک اتنا مؤثر نہیں رہا جتنا ایک دہائی پہلے ہوا کرتا تھا کیوں کہ گذشتہ اسمبلی اور پارلیامانی انتخابات میں حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ مایاوتی کے پاؤں سے زمین کھسک چکی ہے۔ البتہ اترپردیش میں مسلم قیادت کے لئے آزمائش کا وقت ہوگا کہ پارلیامانی انتخاب میں ان کے ووٹوں میں جو انتشار واقع ہوتا ہے اس پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اترپردیش میں کانگریس ہوں کہ سماجوادی پارٹی ان میں کوئی ایسا مسلم لیڈر نہیں ہے جو پوری ریاست میں اپنی مضبوط پکڑ رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابی موسم میں کئی علاقائی سیاسی جماعتیں مبینہ طور پر خود کو مسلم سیاست کی قیادت کا دعویٰ کرنے لگتی ہیں اور امیدواروں کی کثرت کی وجہ سے ان کے ووٹ تین تیرہ ہوکر رہ جاتے ہیں۔ حال ہی میں اترپردیش میں میونسپل انتخاب میں یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ کس طرح مسلم ووٹوں کے انتشار نے انہیں رسوا کیا ہے۔

غرض کہ نتیش کمار کی قیادت میں جو اپوزیشن اتحاد وجود میں آیا ہے اگر پارلیامانی انتخابات تک قائم رہا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حکمراں جماعت کے سامنے ایک بڑی مشکل کھڑی ہوسکتی ہے البتہ اس اتحاد کے بڑے لیڈر مثلاً شرد پوار، کانگریس کے کھڑگے، ترنمول کانگریس کی ممتا بنرجی، سماجوادی پارٹی کے اکھلیش یادو، اڑیسہ کے نوین پٹنایک کے ساتھ ساتھ جنوبی ہند کی علاقائی پارٹیوں کے لیڈران مثلاً شیوسینا کے ادھو ٹھاکرے اور تمل ناڈو میں اسٹالن کا رخ مثبت رہا تو آندھرا پردیش اور کرناٹک میں بھی نئی فضا قائم ہوسکتی ہے کہ کرناٹک میں حالیہ اسمبلی انتخاب میں خوش آئند نتیجہ سامنے آچکا ہے۔

لین دین میں حقوق کی ادائیگی کا خیال

مولانا محمد عاشق علی

اکابر کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ القرض مقراض المحبۃ یعنی قرض محبت کی قینچی ہے۔ لفظ قرض کا لغوی معنی ہی کاٹنے کا ہے، تو ڈھیٹ ہوجاتے ہیں اور ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں، جس سے قرض مل سکتا ہو، جہاں کہیں نئے آدمی سے میل جول ہوا بس اسے داغ دیا، اب جب قرض دینے والا مانگنے کو آتا ہے تو اس کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں ہوتا، اس کو دیکھا اور بخار چڑھ گیا اور بعض تو بڑے بےباکی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا، جو چاہے کرلو۔ قرض بہت ہی مجبوری میں لیا جائے اور جیسے ہی انتظام ہوجائے فوراً ادا کردے، پیسوں کی آمد پر ادائی منحصر نہ رکھے، گھر کی چیزیں بیچ کر، محنت مزدوری کرکے، جس طرح ہو، جلد سے جلد قرضہ ادا کرے اور قرض خواہ کے تقاضے سے پہلے خود جاکر ادا کردے۔

قرض کی ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے ادا نہ کرنا، اس کو حدیث میں "مطل" فرمایا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس کے پاس ادائی کا انتظام ہو، اس کا ٹال مٹول کرکے قرض ادا نہ کرنا ظلم کی بات ہے۔" جس شخص نے نیکی کی، تمہاری ضرورت کے وقت کام آیا اور ادھار دے دیا، اس کو یہ سزا دے رہے ہیں کہ تقاضوں کے لیے بار بار آئے، واپس چلا جائے اور انتظام ہوتے ہوئے بھی نہ دیا جائے، شرعاً اور عقلاً ظلم کی بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے۔"

دیکھئے! شہادت کتنی بڑی نیکی ہے، جان تک دے دی، اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا، لیکن حقوق العباد پھر بھی معاف نہیں، جس کسی کا کوئی کچھ اپنے اوپر واجب ہو، خواہ قرض لیا ہو خواہ اور کسی سبب سے کسی کا کوئی حق واجب ہوگیا ہو، جلد سے جلد ادا کردے، اپنی عبادتوں نماز، روزہ اور ذکر واذکار کی مشغولیت سے دھوکا نہ کھائے، بعض سمجھتے ہیں کہ ہم نے زیادہ عبادت کرلی ہے، حق داروں کے حقوق اس میں سے دے دیں گے۔ یہ بڑی بےوقوفی کی بات ہے، دنیا میں ذرا سی حقیر دنیا لی اور اس کے بدلے میں نماز روزے دے کر خود دوزخ میں چلے گئے، یہ کیا سمجھداری ہے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ دو پیسے کے عوض سات سو مقبول نمازیں دینی ہوں گی۔ مزید فرمایا کہ میں نے مولوی نصیر الدین سے کہہ دیا ہے (یہ حضرت شیخ کے کتب خانے کے مینیجر تھے) لین دین میں حقوق کی ادائی کا خیال رکھو، میری تو سات سو نمازیں مقبول نہیں ہیں، اب تو اپنے بارے میں سوچ لے تیری کتنی مقبول ہیں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ نہ ہو اور مال نہ ہو، یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کا حقیقی مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا، یعنی اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی، روزے بھی رکھے ہوں گے، زکوۃ بھی ادا کی ہوگی اور ان سب کے باوجود میدان حشر میں اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا اور چوں کہ قیامت کا دن فیصلے کا دن ہوگا اس لیے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جس کو اس نے ستایا ہوگا، جس کی حق تلفی کی ہوگی، سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، پھر اگر پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اس کے سر حق داروں کے گناہ ڈال دیے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو کہ اس کی بےآبروئی کی ہو یا کوئی اور حق تلفی کی ہو تو آج ہی (اس دنیا میں اس کا حق ادا کرکے یا معافی مانگ کر) اس سے معاف کرائے، پہلے اس کے کہ نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ پھر فرمایا کہ اگر اس کے کچھ عمل اچھے ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے لے لیے جائیں گے (جو اصحاب حقوق کو دے دیے جائیں گے) اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم کے سر ڈال دی جائیں گی۔

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ صرف پیسہ کوڑی دبا لینا ہی ظلم نہیں ہے، بلکہ گالی دینا، غیبت کرنا، تہمت لگانا، بےجا مارنا، بےآبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے۔ بہت سے لوگ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ ہم دین دار ہیں، مگر ان باتوں سے ذرا نہیں بچتے، واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنے حقوق توبہ واستغفار سے معاف فرمادیتا ہے، لیکن بندوں کے حقوق اس وقت معاف ہوں گے جب ان کو ادا کرے یا صاحب حق سے معاف کرالے۔

(بقیہ صفحہ اول)

ماچس کی ایک ڈبیہ بھی بغیر اس کی تصویر کے نہیں بک رہی ہے، اس آزادی نے عورت کو مظلوم بنا کر رکھ دیا، اسلام نے اسکا سارا کھانا خرچہ مرد پر ڈالا تھا، مرد نے اپنی جان بچانے کے لیے اس سے کموانا شروع کردیا، اب وہ دفتری اوقات میں ڈیوٹی بھی کرتی ہے، بچے بھی پیدا کرتی ہے، گھر آنے کے بعد باورچی خانہ بھی اسی کا منتظر رہتا ہے، بال بچوں کی پرورش وپرداخت اور شوہر کی خدمت گذاری بھی اسے کرنی پڑتی ہے، یہ آزادی کے نام پر عورتوں پر ظلم ہے، جسے کوئی بھی ذی ہوش آدمی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

یہی حال مساوات کا ہے، مساوات کا مطلب صرف یہ ہے کہ صلاحیت وقوت کے مطابق اس کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں، اب مساوات کا مطلب یہ لیا جائے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی چار شادی کی اجازت ہو، تو مساوات کا یہ بھی مطلب ہوگا کہ ایک بچہ ایک سال عورت پیدا کرے اور دوسرا بچہ دوسرے سال مرد پیدا کرے، چیرمین کی کرسی پر ایک دن چیرمین صاحب بیٹھیں اور دوسرے دن چپراسی اس کرسی پر براجمان ہوجائے؛ کیونکہ مساوات کا تقاضہ یہی ہے، ظاہر ہے اس قسم کے مساوات کا کوئی قائل نہیں ہے، لیکن ہمارا دانشور طبقہ بار بار اس بات کو اٹھاتا رہتا ہے، بلکہ ماضی قریب میں تو ایک جج صاحب نے عورتوں کو چار شادی کی اجازت دینے کی تجویز رکھی تھی، اس پر ایک صاحب نے ان سے گذارش کی تھی کہ یہ نیک کام آپ اپنے گھر سے ہی شروع کریں۔

ایک اعتراض ترکہ میں لڑکے لڑکی کے حصوں میں فرق کے حوالہ سے بھی کیا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد مورث کے مال سے لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصہ ملے گا، واضح سی بات ہے کہ ہر قسم کی ذمہ داری مرد پر ہے، عورت پر خرچ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اس لیے انصاف کے طور پر اس فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ بھی بار بار اعتراض کا موضوع بنتا ہے، حالاں کہ اٹھائیس سے زائد شکلیں یتیم پوتے کی بنتی ہیں، جن میں ایک ہی شکل میں دوسرے چچا کی موجودگی میں وہ محروم ہوتا ہے، بقیہ ساری شکلوں میں وہ حصہ پاتا ہے اور دادا کی وصیت ہو تو ایک تہائی مال تک اسے مل جاتا ہے، جو دوسرے وارثوں کے حصے سے عام حالات میں کہیں زائد ہوجاتا ہے۔

اعتراضات اور بھی ہیں، سب زاویہ نظر کی کجی کا نتیجہ ہیں، جو لوگ اسلامی قانون کو نہیں ماننا چاہتے وہ اسلامی قانون میں ترمیم کے بجائے دوسرا متبادل تلاش لیں انہیں کوئی یہ نہیں کہتا کہ لازماً مسلم پرسنل لا ہی سے چمٹے رہو، مسلم پرسنل لا اسلامی قوانین کا حصہ ہے اور یہ خدائی قانون ہے، اس لیے اس میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ نہیں ہوسکتی، خواہ عورت کی آزادی کے تعلق سے ہو یا مساوات کے تعلق سے، اسے سماجی اصلاح کا نعرہ دیا جائے یا یکساں سول کوڈ کا، معاملہ نکاح وطلاق کا ہو یا دیگر عائلی اور خاندانی مسائل کا، اسلام کا قانون ناقابل تبدیل ہے، جو لوگ تبدیلی چاہتے ہیں اور انہیں کفر کا راستہ ہی پسند ہے تو ان کو نہ کوئی دلیل کام آسکتی ہے اور نہ کوئی منطق۔

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

منی پور میں محدود انٹرنیٹ خدمات فراہم کرنے کی ہدایت

متعدد افراد کی طرف سے دائر درخواستوں کے بعد، منی پور ہائی کورٹ نے آج ایک عبوری حکم میں ریاستی حکام کو ہدایت دی کہ وہ اپنے کنٹرول میں مخصوص مخصوص جگہوں پر عوام کو محدود انٹرنیٹ خدمات فراہم کریں، ہائی کورٹ اس معاملے پر 23 جون کو دوبارہ سماعت کرے گا۔ ہائی کورٹ نے عوام کو درپیش مشکلات، خاص طور پر طلباء کے داخلے کے جاری عمل کے سلسلے میں، اور عوام کو ان کی فوری اور ضروری خدمات کو پورا کرنے کے قابل بنانے پر غور کیا۔ حکم نامے میں کہا گیا ہے، "عوام کو درپیش مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے، خاص طور پر ریاست میں طلباء کے داخلے کے جاری عمل کے سلسلے میں، اور عوام کو ان کی فوری اور ضروری خدمات کو پورا کرنے کے قابل بنانے کے لیے، ریاستی حکام کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ محدود حد تک انٹرنیٹ سروس فراہم کریں۔"

آسام میں سیلاب سے حالات مزید خراب! پانی میں ڈوبے 444 گاؤں

شمال مشرقی ریاست آسام ان دنوں موسلا دھار بارش اور سیلاب کی صورتحال سے دوچار ہے۔ ریاست کے کئی حصوں میں سیلاب کی وجہ سے نظام زندگی مکمل طور پر درہم برہم ہوگئی ہے۔ ریاست آسام کے 10 اضلاع میں تقریباً 31,000 لوگ اب بھی زیر آب علاقوں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ منگل کو سیلاب کی صورتحال سنگین ہے اور انتظامی سطح پر بھی راحت اور بچاؤ کا کام کیا جا رہا ہے۔ ایک اہلکار نے یہ جانکاری دی ہے۔ ہندوستان کے محکمہ موسمیات (آئی ایم ڈی) نے ریاست میں 'ریڈ الرٹ' جاری کیا ہے اور اگلے 5 دنوں تک آسام کے کئی اضلاع میں 'بہت بھاری' سے 'انتہائی بھاری' بارش کی پیش گوئی کی ہے۔ تقریباً 15 اضلاع سیلاب کی لپیٹ میں آچکے ہیں جہاں 80 ہزار سے زائد لوگ اس سے متاثر ہوئے ہیں

تاریخ بدلنے والے ہی بدل جاتے ہیں: سلمان خورشید

لوک سبھا انتخاب 2024 سے پہلے یکساں سول کوڈ موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اس درمیان کانگریس لیڈر سلمان خورشید نے یکساں سول کوڈ کے سلسلے میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ یکساں سول کوڈ کے لئے ملک کے قانون میں تبدیلی لانا ہوگا اور یہ ناممکن ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ 2024 کے انتخاب کو دیکھ کر یہ سب کیا جا رہا ہے۔ کانگریس لیڈر نے کہا کہ تاریخ بدلنے والے ہی بدل جاتے ہیں۔ ایک تاریخی ادارے کو بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ بی جے پی میں سب سے زیادہ کنبہ پروری ہے۔ کانگریس کے لیڈر نے کہا کہ 23 جون کو ہم لوگ میٹنگ کے لئے پٹنہ جا رہے ہیں وہیں پلان بنے گا کہ آگے کی حکمت عملی کیا ہوگی۔ اس سے پہلے کانگریس لیڈر آچاریہ پرمود کرشنم نے بھی اس معاملے پر اپنے ردعمل کا اظہار کیا۔ کانگریس لیڈر نے کہا کہ یکساں سول کوڈ کا معاملہ تیسری بار بی جے پی اقتدار میں آنے کے لئے اٹھا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بی جے پی یکساں سول کوڈ کا خوف دکھا رہی ہے۔ جس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ (ایجنسی)

ریل حادثہ میں ہلاک بہار کے مسافروں کے ورثا کو 2-2 لاکھ روپئے

وزیر اعلیٰ بہار نتیش کمار نے اڈیشہ کے بالاسور میں بہناگا ریلوے اسٹیشن کے پاس ہوئے زبردست ریل حادثہ میں بہار کے ہلاک شدگان کے وارث کو 2-2 لاکھ اور زخمیوں کو 50-50 ہزار روپئے سی ایم راحت فنڈ سے دینے کا اعلان کیا ہے۔ بالاسور ریل حادثہ میں بہار کے مسافروں کو مدد پہنچانے کے مقصد سے چار افسران کی ٹیم کو اڈیشہ حکومت، ریلوے اور بالاسور ریل انتظامیہ کے ساتھ رابطہ اور تعاون کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ٹیم کے ذریعہ بالاسور، کٹک اور بھونیشور میں زیر علاج بہار کے مسافروں سے ملاقات کی گئی اور ان کے بہتر علاج کے لئے ضلع انتظامیہ اور اسپتال انتظامیہ کے ساتھ رابطہ کیا گیا۔ ریل حادثہ میں بہار کے ہلاک شدگان کی پہچان کر کے ان کی لاش کو بہار واپس بھیجنے میں اہل خانہ کی مدد کی گئی۔ ہلاک شدگان کی پہچان کے لئے اہل خانہ کا ڈی این اے سیمپلنگ کرانے میں بھی ایمس بھونیشور اور اڈیشہ حکومت کے ساتھ رابطہ کیا گیا۔ بہار کے تقریباً 30 مسافر بھی مختلف اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ لاپتہ لوگوں کے اہل خانہ کی ڈی این اے سیمپلنگ دینے کے بعد رپورٹ کے انتظار میں بھونیشور میں رہ رہے ہیں۔ ان کی مدد کے لئے وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر آفات انتظامیہ محکمہ کے ذریعہ پھر دو افسران کی ایک ٹیم کو بھونیشور بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ریل حادثہ میں زخمی اڈیشہ کے مختلف اسپتالوں میں علاج کے بعد دھیرے دھیرے واپس اپنے گھر لوٹ رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر محکمہ صحت نے ایسے لوگوں کی صحت کی دیکھ بھال اور ضرورت پڑنے پر آگے کا علاج کرنے کے لئے ضلع کے چیف میڈیکل افسر اور سول سرجن کو اختیار دیا گیا ہے۔ (روزنامہ تاثیر پٹنہ)

کرناٹک میں 'لو جہاد قانون' واپس لینے کا فیصلہ

کرناٹک کی کانگریس حکومت گزشتہ بی جے پی حکومت کے ذریعہ اٹھائے گئے کئی متنازعہ اقدام کو اب ٹھیک کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوگئی ہے۔ اس عمل میں سدارمیا کابینہ نے فیصلہ لیا کہ کرناٹک میں لو جہاد قانون یعنی جبراً مذہب تبدیلی قانون کو واپس لیا جائے گا۔ اتنا ہی نہیں، کرناٹک کابینہ نے اسکولی کتابوں میں بھی کئی تبدیلیاں کرنے کو منظوری دے دی ہے۔ سابقہ بی جے پی حکومت میں جن ابواب کو کتابوں میں شامل کیا تھا، انہیں بھی ہٹایا جائے گا۔

غیر قانونی طور پر حج کرنے والوں کے لیے سزاؤں کا اعلان

سعودی عرب نے غیر قانونی طور پر حج کرنے والوں کے لیے سزاؤں کا اعلان کر دیا ہے جس میں قید اور جرمانے کی سزائیں شامل ہیں۔ سعودی عرب نے اس سال غیر قانونی طور پر حج کرنے والوں کے لیے سزاؤں کا اعلان کر دیا۔ غیر قانونی طور پر مقامات مقدسہ میں داخل ہونے والوں کو 6 ماہ قید اور 50 ہزار ریال جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ غیر مجاز طریقے سے حج کرنے والوں کو ٹرانسپورٹ کی سہولت فراہم کرنے والوں کے خلاف بھی کارروائی ہوگی جب کہ اقامہ ہولڈرز کو سزا اور جرمانے کے علاوہ ملک بدر کر دیا جائے گا۔ دو روز قبل سعودی عرب کی وزارت داخلہ نے عازمین حج کے لیے نیا ضابطہ اخلاق جاری کیا تھا جس کے تحت مقامات مقدسہ میں داخل ہونے والے ہر عازم کے پاس حکومتی اجازت نامہ ہونا لازمی ہوگا۔ کسی بھی شخص کو مقامی یا غیر ملکی کی مدد سے حج کرنے کی اجازت نہیں ہوگی کیونکہ وہاں موجود مقامی اور غیر ملکی بھی حکومت کی اجازت کے بغیر کسی کو حج کرانے کے مجاز نہیں ہیں۔ سعودی وزارت داخلہ نے ضابطہ اخلاق جاری کرتے ہوئے متنبہ کیا تھا کہ حج کے لئے جاری ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دی جائیں گی۔ حکومتی اجازت کے بغیر حج کے ارادے سے عازمین حج میں شامل ہونے والے افراد کو جرمانہ، املاک کی ضبط کرنے اور ملک سے بے دخلی جیسی سزائیں دی جا سکتی ہیں اور ان سزاؤں کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ سعودی حکومت نے ضابطہ اخلاق پر عمل کو سخت بنانے کے لیے فنگر پرنٹس کا نظام متعارف کرایا ہے جس کی مدد سے بڑی تعداد میں ایسے لوگوں کی نشاندہی میں مدد ملتی ہے جو جعلی طریقے سے حج کی کوشش کرتے ہیں۔ (یو این آئی)

طب وصحت

گردوں کے لئے مفید غذائیں اور مشورے

ہمارے جسم میں ریڑھ کی ہڈی کے اطراف میں آخری پسلی کے نیچے مٹھی بھر جسامت کے سرخی مائل بھورے عضو کی جوڑی موجود ہے۔ لگ بھگ چار اونس وزن کے یہ عضو گردے ہیں جو بظاہر چھوٹے ہیں، لیکن ہمارے لئے بے حد قیمتی ہیں، گردے بیش بہا خدمات انجام دیتے ہیں۔ مختلف وجوہ سے پیدا ہونے والی خرابیاں نہ صرف گردوں، بلکہ انسانی جان کے لئے سنگین اور بعض صورتوں میں ہلاکت خیز ثابت ہوسکتی ہیں۔

ایسا ہی ایک مرض گردے کی پتھری بھی ہے۔ گردوں میں پتھری کیوں پیدا ہوتی ہے اس کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں۔

طبی ماہرین کے نزدیک روزمرہ غذا میں آکسلیٹ، کیلشیم، فاسفیٹ اور پیورین کا کثرت سے استعمال پتھری کا باعث بنتا ہے۔ گردے میں پتھری ہونے کے عمل میں یوریا اور دیگر مادے ٹھوس صورت اختیار کرنے لگتے ہیں، یہ ریت کے ذروں سے لے کر مٹر کے برابر اور بعض صورتوں میں خاصی بڑی جسامت اختیار کر لیتے ہیں چھوٹی چھوٹی پتھریاں گردوں سے مثانے میں پہنچ جاتی ہیں جبکہ بڑی پتھریاں گردے کی نالیوں میں پھنس جاتی ہیں۔ گردے کی پتھری شدید اذیت ناک درد کا سبب بنتی ہے۔

طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ جن افراد کو گردے میں پتھری کی شکایت ہو چکی ہو اور وہ یہ چاہتے ہوں کہ ان کے گردے میں دوبارہ پتھری نہ بنے، انہیں چاہیے کہ ہر ایک گھنٹے بعد ایک بڑا گلاس بھر کر پانی پیا کریں، رات کو بستر پر جانے سے پہلے بھی ایک گلاس پانی پینا نہ بھولیں۔ اس طرح رات میں پیشاب کے لئے اٹھنے کی ضرورت پڑے گی۔ جب اس کام کے لئے اٹھیں تو اس کے بعد پھر ایک گلاس پانی پی لیں۔ جسم میں پانی کی مقدار زیادہ رکھنے کی بدولت ساٹھ فیصد مریضوں میں دیکھا گیا ہے کہ ان کے گردے میں پتھری دوبارہ نہیں بنی۔ گردے میں پتھری کے مریض ہوں یا نہ ہوں ہر فرد کو روزانہ دس بارہ گلاس پانی ضرور پینا چاہیے۔

گردے کی پتھریوں کی صورت میں چند قدرتی اجزاء کا استعمال مفید ہوسکتا ہے۔ زیرہ اور شکر ہم وزن لے کر پیس کر سفوف بنالیا جائے۔ روزانہ تین مرتبہ ایک ایک چمچ ٹھنڈے پانی سے پھانکنا مفید بتایا جاتا ہے۔ آم کے تازہ پتے سائے میں سکھا کر پیس لیے جائیں۔ صبح پانی کے ساتھ بقدر آٹھ گرام روزانہ پھانک لینے سے گردوں میں پائی جانے والی ریت پیشاب کے ذریعے خارج ہو سکتی ہے۔ آنولے کا چورن مولی کے ساتھ کھانا مثانے کی پتھری میں مفید بتایا جاتا ہے۔

گردوں کی اچھی کارکردگی کے لئے خربوزے زیادہ کھانا مفید ہے، جو کا پانی پینا گردے کی پتھری میں مفید ہے۔ جو کے آٹے کی روٹی اور جو کا ستو استعمال کرنا چاہیے۔

جامن کھانے سے پتھری کی تکلیف میں آرام ملتا ہے، ناریل کا پانی پیتے رہنا پتھری کی بیماری میں مفید ہے، باتھو کا ساگ پتھری سے محفوظ رکھتا ہے، مثانے میں پتھری ہو تو لسی (چاچھ) پینے سے فائدہ ہوسکتا ہے، اجوائن چھ گرام روزانہ پھانک لینا پتھری کے اخراج میں آسانی کے لئے مفید بتایا جاتا ہے، گاجر، چقندر، کھیرے کا رس پچاس پچاس گرام ملا کر گردوں کے افعال کی بہتری کے لئے پینا مفید ہے۔

چنے کی دال رات کو پانی میں بھگو دیں۔ صبح اس دال میں شہد ملا کر کھا لیں۔ چند دن نیم کے پتوں کی راکھ بقدر چھ گرام سادہ پانی کے ساتھ پھانک لینا فائدہ مند ہے۔

Volume:63/73,Issue:24 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

سنتا ہوں بڑے غور سے افسانۂ ہستی
کچھ خواب ہے، کچھ اصل ہے، کچھ طرز ادا ہے
(اصغر گونڈوی)

لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ کے مسئلہ پر رائے طلب کی ہے

شعیب رضا فاطمی

گذشتہ 14 جون سے 22ویں لاءکمیشن نے یکساں سول کوڈ پر عام لوگوں سے مشاورت کاعمل شروع کر دیا ہے۔ جس کی آخری تاریخ 14 جولائی رکھی ہے۔ کمیشن نے اس معاملے پر سرکاری اداروں اور مذہبی تنظیموں کے نمائندوں سے ایک ماہ میں رائے طلب کی ہے۔اس سے قبل مارچ 2018 میں 21ویں لاءکمیشن نے غوروخوض کے بعد اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ اس وقت ملک کو یکساں سول کوڈ کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن پھر یکایک 21ویں لاءکمیشن کی رپورٹ کے پانچ سال بعد 22ویں لاءکمیشن نے مشاورت کاعمل شروع کر دیا ہے۔کمیشن نے یکساں سول کوڈ پر عوام اور تسلیم شدہ مذہبی تنظیموں سے رائے طلب کرتے ہوئے نوٹیفکیشن جاری کر دیا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ 2024 کے عام انتخاب سے قبل ہی یکساں سول کوڈ کا تھیلا پارلیامنٹ میں کھلنے والا ہے۔لاکمیشن نے اپنی رائے دینے کے لیے 30 دن کا وقت دیا ہے۔اس کے لئے آپ اپنی رائے تین طریقوں سے دے سکتے ہیں۔ پہلے لاءکمیشن کی ویب سائٹ کے ذریعے، دوسرا ای میل کے ذریعے اور تیسرا پوسٹ کے ذریعے آن لائن تجاویز legalaffairs.gov.in / law_commission / ucc / پر جا کر دی جاسکتی ہیں۔ یہاں ایک صفحہ کھلے گا۔آپ اس میں اپنی تمام تفصیلات بھر کر تین ہزار الفاظ میں اپنی تجاویز یا رائے دے سکتے ہیں۔اس کے علاوہ، اگر آپ چاہیں،تو آپ ممبر سکریٹری- ci@gov.in پر بھی اپنی رائے یا تجویز ای میل کر سکتے ہیں۔تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی تجویز یا رائے لکھ کر ڈاک کے ذریعے لاءکمیشن کو بھیجیں، اس کا پتہ ممبر سکریٹری، لاءکمیشن آف انڈیا، چوتھی منزل، لوک نائک بھون، خان مارکیٹ، نئی دہلی- 110003 ہے۔14 جولائی تک رائے اور تجاویز حاصل کرنے کے بعد لاکمیشن کچھ لوگوں یا تنظیموں کے نمائندوں کو بھی بحث کے لیے بلاسکتا ہے۔ یکساں سول کوڈ ہندوستان میں ہمیشہ سے ایک بڑا سیاسی مسئلہ رہا ہے۔اسے آئین میں ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں میں شامل کیا گیا ہے۔

- آئین کے آرٹیکل 44 میں کہا گیا ہے کہ تمام شہریوں کے لیے یکساں سول کوڈ نافذ کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جانشینی، جائیداد کے حقوق، شادی، طلاق اور بچوں کی تحویل سے متعلق مشترکہ قانون کے تصور پر آرٹیکل 44 مبنی ہے۔ یکساں سول کوڈ کو حکمراں جماعت بی جے پی نے اپنے منشور میں 1998 اور 2019 میں بھی شامل کیا تھا، نومبر 2019 میں بی جے پی کے رکن پارلیمنٹ نارائن لال پنچاریہ نے پارلیمنٹ میں اس کی تجویز پیش بھی کی تھی، تاہم اپوزیشن ارکان پارلیمنٹ کے احتجاج کے بعد اس تجویز کو واپس لے لیا گیا تھا۔ مارچ 2020 میں دوسری بار بی جے پی کے راجیہ سبھا ایم پی کروری لال مینا اس پر ایک بل لائے تھے۔تاہم یہ بل پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا۔اس کے علاوہ سپریم کورٹ میں بھی اس حوالے سے کئی عرضیاں دائر کی گئی ہیں۔ 2018 میں، لاءکمیشن نے اپنے مشاورتی مقالے میں لکھا؛ ہندوستان میں مختلف خاندانی قوانین میں کچھ ایسے رواج ہیں، جو خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے ہیں، جن میں اصلاح کی ضرورت ہے۔یاد رہے کہ 1985 میں شاہ بانو معاملے میں فیصلہ دیتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ پارلیامنٹ کو ایک یکساں سول کوڈ کا ڈرافٹ بنانا چاہئے۔ 2015 میں بھی ایک معاملے میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کی عیسائی قانون کے تحت عیسائی خواتین کو اپنے بچوں کا فطری گارجین نہیں مانا جاسکتا۔ جبکہ ہندو شادی شدہ خاتون کو بچے کا فطری گارجین مانا جاتا ہے۔اوراسی بنا پر سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ ایک کامن سول کوڈ کی ضرورت ہے۔ 2020 میں بھی جنسی مساوات پر بات کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے ہندو لے پالک قانون میں 2005 میں کئے گئے بدلاؤ کی وضاحت کرتے ہوئے بیٹے اور بیٹیوں کو والدین کی وراثت میں مساوی حصہ دار تسلیم کیا تھا۔ 2021 میں، الہ آباد ہائی کورٹ نے یہ بھی کہا کہ پارلیمنٹ کو یکساں خاندانی قانون لانے پر غور کرنا چاہیے، تاکہ لوگ مختلف قانونی رکاوٹوں کا سامنا کیے بغیر آزادانہ طور پر ایک ساتھ رہ سکیں

یکساں سول کوڈ کا مطلب ہے تمام مذاہب کے لیے یکساں قانون، اس وقت تمام مذاہب میں شادی، طلاق اور جائیداد سے متعلق مختلف قوانین ہیں۔ جیسے- ہندوؤں کے لیے ہندو پرسنل لاء۔ مسلمانوں کے لیے مسلم پرسنل لا۔ اگست 2018 میں، 21ویں لاءکمیشن نے اپنے مشاورتی تبصرے میں لکھا؛ یہ ذہن میں رکھنا ہوگا کہ تنوع کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہونا چاہیے اور ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے ملک کی علاقائی سالمیت کے لیے خطرہ بن جائے، یکساں سول کوڈ کا موثر مطلب شادی، طلاق، گود لینے، جانشینی اور جائیداد کے حقوق سے متعلق قوانین کو ہموار کرنا ہوگا۔ 21ویں لاءکمیشن نے کہا تھا کہ اس کے لیے ملک بھر میں ثقافت اور مذہب کے مختلف پہلوؤں کو دیکھنا ضروری ہوگا۔

آزادی کے 75 سالوں میں یکساں سول کوڈ اور پرسنل لا میں اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا لیکن مذہبی تنظیموں اور سیاسی قیادت میں اتفاق رائے نہ ہونے کی وجہ سے اب تک ایسا نہیں ہوسکا۔اب بھی سپریم کورٹ میں کئی عرضیاں دائر ہیں۔ مسلم خواتین کی جانب سے سپریم کورٹ میں کئی عرضیاں دائر کی گئی ہیں۔ان میں، اسلامی قانون کے طریقوں -طلاق بائن متعہ۔ نکاح حلالہ کے جواز کو چیلنج کیا گیا ہے۔ سکھوں کی شادیاں آنند میرج ایکٹ 1909 کے دائرہ کار میں آتی ہیں۔لیکن اس قانون میں طلاق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اسی لیے سکھوں میں طلاق ہندو میرج ایکٹ کے تحت دی جاتی ہے۔ گود لینے کے قوانین بھی مختلف مذاہب میں مختلف ہیں۔مثال کے طور پر، پارسیوں میں لے پالک بیٹی کو کوئی حق نہیں ہے، جب کہ لے پالک بیٹے کو اپنے باپ کی آخری رسومات ادا کرنے کا حق ہے۔ تاہم گود لیے ہوئے بیٹے کا بھی جائیداد میں کوئی حق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مختلف مذاہب کے پاس نابالغ بچے کی سرپرستی اور جانشینی کے بارے میں اپنے اپنے قوانین ہیں۔ سپریم کورٹ میں ایک عرضی دائر کی گئی ہے جس میں متوفی مردوں اور متوفی خواتین کے ورثاء کے درمیان امتیاز کو دور کرنے کے لیے ہندو جانشینی ایکٹ میں تبدیلی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ 1985 میں لاءکمیشن نے اپنی 110ویں رپورٹ میں جانشینوں کی تعریف میں تبدیلی کی سفارش کی ہے۔ رپورٹ میں ناجائز بچوں کو بھی وارث بنانے کی سفارش کی گئی۔لیکن اس کی شدید مخالفت بھی کی گئی۔اسی طرح 174 ویں رپورٹ میں لاءکمیشن نے بھی آبائی جائیداد میں خواتین کو مساوی حقوق دینے کی سفارش کی تھی۔اس سلسلے میں 2005 میں ہندو جانشینی ایکٹ میں بھی ترمیم کی گئی تھی۔لیکن 2020 میں ہی سپریم کورٹ کے فیصلے سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ جن خواتین کے والد کا 2005 سے پہلے انتقال ہو چکا تھا، وہ بھی آبائی جائیداد میں برابر کی شریک ہیں۔ 2018 میں، لاءکمیشن نے ایک ہی مذہب کے اندر مختلف طریقوں کا بھی ذکر کیا۔مثال کے طور پر، میگھالیہ میں کچھ قبائل 'ازدواجی' ہیں اور سب سے چھوٹی بیٹی کو آبائی جائیداد کا حق حاصل ہے۔ جبکہ گارو قبیلے میں داماد اپنی بیوی کے والدین کے ساتھ رہتا ہے۔اسی طرح ناگا قبائل میں خواتین کو اپنی برادری سے باہر اور آبائی جائیداد میں شادی کرنے کا حق نہیں ہے،اس سے قبل 1984 میں لاءکمیشن نے طلاق کے بعد ہندو خواتین کے نفقہ سے متعلق قانون میں تبدیلی کی سفارش کی تھی۔ 1983 میں عیسائی خواتین میں طلاق کی بنیادوں میں تبدیلی کی بھی سفارش کی گئی۔ اس سے پہلے بھی 1960 میں لاءکمیشن نے عیسائیوں میں شادی اور طلاق سے متعلق قوانین میں اصلاحات کی سفارش کی تھی، 1961 میں لاءکمیشن نے اپنی 18ویں رپورٹ میں طلاق کی بنیاد کے طور پر میاں بیوی میں سے کسی ایک کی تبدیلی پر غور کرنے کا مشورہ دیا تھا۔اسی طرح 2009 میں یہ سفارش کی گئی تھی کہ اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ شادیاں کرتا ہے تو اسے جرم کے دائرے میں لایا جائے۔تاہم رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض قبائل میں تعداد ازدواج یا پولینڈری کی بھی اجازت ہے جسے آئین کے تحت تحفظ حاصل ہے، 2017 میں، لاءکمیشن نے اپنی 270 ویں رپورٹ میں شادیوں کی رجسٹریشن اور شادی کی قانونی عمر کا مسئلہ اٹھایا۔اس میں کہا گیا کہ بچپن کی شادی اور نابالغ کے ساتھ رضامندی سے جنسی تعلقات عصمت دری ہے، تاہم ہندو قانون 16 سالہ لڑکی اور 18 سالہ لڑکے کے درمیان شادی کی اجازت دیتا ہے، حالانکہ یہ قانونی طور پر 'باطل' ہے۔اسی طرح مسلم پرسنل لا کے تحت نابالغوں کی شادی کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ، بینکنگ اور ٹیکس سے متعلق قوانین میں، غیر منقسم ہندو خاندان کو ایک اکائی سمجھا جاتا ہے، جب کہ دوسرے مذاہب میں ایسا نہیں ہے، 2018 میں لاکمیشن نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ یکساں سول کوڈ پر اتفاق رائے نہ ہونے کی وجہ سے پرسنل لا میں ہی کچھ اصلاحات کرنے کی ضرورت ہے۔ کمیشن نے کہا تھا کہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ پرسنل لاء کی آڑ میں بنیادی حقوق کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی اور اسے دور کرنے کے لیے قوانین میں تبدیلیاں کی جائیں۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں -رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING- 26/06/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421
Scanned with CamScanner